منگل | 8۔جولائی 1997ء | خطبہ نمبر 5 | احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

روزنامہ الفضل ربوہ
فون 213029
CPL 61
ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد 47-82 نمبر 149 | منگل 2 ربیع الاول ۔1418ھ 8 وفا 1376ہش 8 جولائی 1997ء

## للّٰہی جوش کے بغیر کوئی عبادت صدقہ قبول نہیں ہوتا

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں۔
ہر ایک آدمی کے ساتھ ایک تمنا ہوتی ہے۔ پر (صاحب ایمان) نہیں بن سکتا جب تک ساری تمناؤں پر خدا تعالیٰ کی عظمت کو مقدم نہ کرلے۔ ولی قریب اور دوست کو کہتے ہیں۔ جو دوست چاہتا ہے وہی یہ چاہتا ہے تب یہ ولی کہلاتا ہے (۔) چاہئے کہ یہ خدا تعالیٰ کے لئے جوش رکھے پھر یہ اپنے ابنائے جنس سے بڑھ جائے گا۔ خدا تعالیٰ کے مقرب لوگوں میں سے بن جائے گا۔ مردوں کی طرح نہیں ہونا چاہئے کہ مردہ کے منہ میں ایک شئے ایک طرف سے ڈالی جاتی ہے تو دوسری طرف سے نکل جاتی ہے۔ اسی طرح شقاوت کے وقت کوئی چیز اچھی ہو اندر نہیں جاتی۔ یاد رکھو کہ کوئی عبادت اور صدقہ قبول نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جوش نہ ہو۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 487)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# عالمی مزاج پیدا کئے بغیر آپ بنی نوع انسان کی بحیثیت بنی نوع انسان تربیت کرنے کے مستحق نہیں ہو سکتے

خطبہ ارشاد فرمودہ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع بتاریخ 13 دسمبر 1996ء مطابق 13 فتح 1375 ہجری شمسی بمقام بیت الفضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے فرمایا:۔(۔)

گزشتہ خطبے میں میں نے آئندہ نسلوں کی تربیت کی طرف توجہ دلائی تھی جن کا اس دور کی نسل کی تربیت سے گہرا تعلق ہے۔ اگر موجودہ دور کی نسل کی صحیح تربیت نہ ہو تو آئندہ بھی کسی دور کی تربیت نہیں ہو سکتی اور اگر اپنی نسل کی تربیت نہ ہو تو اپنے گردوپیش اور ماحول کی تربیت بھی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اپنے بیوی بچوں سے سلوک ظالمانہ ہو اور شقی القلب لوگ حقوق تلف کر رہے ہوں اپنے گھر والوں کے اور تربیت کے تعلق میں سخت گیری کو پسند کریں تو نہ وہ اپنے گھر والوں کی تربیت کر سکتے ہیں نہ اپنے ماحول کی تربیت کر سکتے ہیں بلکہ اس کے برعکس خوفناک ردعمل پیدا ہو سکتے ہیں جو آئندہ تربیت سے محرومی کے علاوہ یعنی مثبت پہلوؤں سے محرومی کے علاوہ خطرناک منفی پہلو نسلوں میں جاری کر سکتے ہیں۔

یہ خلاصہ ہے اس خطبے کا جو میں نے گزشتہ مرتبہ دیا اور اسی حوالے سے اب میں اس مضمون کو پھیلانا چاہتا ہوں کیونکہ ہمارا کام محض اپنے بچوں کی تربیت کرنا نہیں، اپنی بیوی کی تربیت کرنا نہیں، اپنی بیوی اور بچوں سے حسن سلوک سے پیش آنا نہیں بلکہ یہاں گھر میں جو کام ہم کریں گے اور سیکھیں گے ان کو پھر ہم نے دنیا میں اپنے گردوپیش پھیلانا ہے اور اسی پہلو سے آئندہ بنی نوع انسان کی تربیت کی بنیادیں ڈالنی ہیں۔ مگر بنیادیں تو آج ڈالی جائیں گی تو کل عمارت تعمیر ہوگی۔ آج بنیادیں ہی نہ ڈالی جائیں تو کل کی عمارت کی کیسے توقع کی جا سکتی ہے۔ پس اس پہلو سے جس کا تعلق بہت حد تک ہماری جو خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دعوت الی اللہ کی کوششیں ہیں ان سے ہے اور یہ دونوں مضامین ایک دوسرے کے ساتھ یوں بندھے ہوئے ہیں کہ گویا لازم ملزوم ہیں ایک کا تعلق دوسرے سے توڑا نہیں جا سکتا۔ کوئی داعی الی اللہ ان اہم امور سے غافل رہتے ہوئے اپنی دعوت میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔(۔)

ہم جو چھوٹے چھوٹے دائروں میں پرورش کے ذمہ دار بنائے گئے اگر ہم ان دائروں میں ناکام ہو جائیں تو کتنا بڑا گناہ ہے اور کتنی بڑی محرومی ہے کیونکہ ہماری تو تھوڑی سی پہنچ جہاں تک بھی ہے اسی نسبت سے ہماری ذمہ داریاں قائم فرمائی گئی ہیں۔ کسی کا گھر چھوٹا ہے تو اس چھوٹے گھر کی ذمہ داری اس پر ہے کسی کا گھر بڑا ہے تو بڑے گھر کی کوئی امیر ہے تو اس امارت کے حوالے اور اس کی نسبت سے انسان کی اپنے گردوپیش ذمہ داریاں قائم ہوتی ہیں، غریب کی اسی نسبت سے قائم ہوتی ہیں۔ مگر آنحضرت ﷺ کی رحمت اگر سارے جہانوں پر محیط ہے تو اسی پہلو سے آپؐ کا حساب کتاب سارے جہانوں کے تعلق سے لیا جانا تھا اور اس تعلق میں خدا تعالیٰ (۔) آپؐ کو کلیتاً بری الذمہ قرار دیتا ہے۔ (۔) اگر آنحضرت ﷺ نے رحمت کے تمام تقاضوں کو پورا نہ کر دیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کیسے کہہ سکتا تھا کہ ان کی پیروی کرو گے تو تم پر خدا کی رحمت کے تمام تقاضے جو خدا کی رحمت سے تمہارے وابستہ ہیں وہ پورے کر دیئے جائیں گے۔ پس یہ آنحضرت ﷺ کی کامیاب رسالت اور کامل رسالت کی طرف ایک گواہ (۔) ہے جس نے رحمت کا واقعتہً حق ادا کر دیا۔ جب کر دیا تو اطاعت کرو گے تو تم رحمت سے حصہ پاؤ گے۔ اطاعت نہیں کرو گے تو اسی حد تک رحمت سے محروم کر دیئے جاؤ گے۔ اور جب کرو گے

تو پھر کوئی اس کی انتہا نہیں ہے رحمت کی (۔) ساری کائنات پر جو جنت وسیع ہے وہ جنت تمہارا انعام ہو گی (۔)

یہ واضح کر دیا گیا کہ رحم دراصل متقیوں پر ہی کیا جائے گا اور رحمت سے حصہ پانا متقیوں کا ہی نصیب ہے تو یہ سارے مضامین آپس میں لپیٹ کر گویا ایک گلدستے کی صورت میں اکٹھے کر دیئے گئے۔(۔)

اب آنحضرت ﷺ کو یہ دو دور نصیب ہوئے اور ساری زندگی ہوتے رہے اور پھر بھی آپؐ کے خرچ میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں آئی اور "سرآء" میں خرچ کرنا لوگ سمجھتے ہیں آسان ہے حالانکہ یہ بہت سادگی ہے انسان کی وہی سمجھ سکتا ہے آسان ہے جو انسانی فطرت کے رازوں سے واقف نہیں ہے۔ انسانی فطرت میں جو حرص رکھ دی گئی ہے اس حرص کے نتیجے میں بسا اوقات دولت بڑھنے سے کنجوسی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جتنی دولت بڑھتی ہے اتنا ہی انسان خسیس ہوتا چلا جاتا ہے اور روزمرہ کے معمولی معمولی اخراجات جو غریبوں کی حالت سدھار سکتے ہیں ان سے بھی غافل ہو جاتا ہے اور اپنی خود غرضی کا ایک قلعہ تعمیر کرتا ہے جس کے اندر وہ سمٹ کے باقی دنیا سے الگ ہو جاتا ہے۔ تو اس لئے "سرآء" کے اوپر انسان یہ تعجب کرے کہ خوشحال تو خرچ کر ہی دیتے ہیں یہ غلط ہے۔

جو (صاحب ایمان) خوشحال ہیں ان کی زندگی پر نہ خوشحالی فرق ڈالتی ہے نہ تنگی فرق ڈالتی ہے۔ وہ (۔) مادی قربانیوں میں بھی رحمت کا مظہر اس طرح بنتے ہیں کہ اگر ان کو کم ملا ہو تو پھر بھی اس سے وہ اپنے بھائی کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ بلندی سے پانی نیچے کی طرف بہتا ہے ہر انسان جو تنگ دست ہے بسا اوقات اس سے بھی تنگ دست دنیا میں ہوتے ہیں (۔) اس کو نظر رکھنی چاہئے اور اپنے سے ہاتھ تنگ ہاتھ والوں کو، زیادہ محتاجوں کو تلاش کر کے ان کی جستجو میں رہتے ہوئے ان پر خرچ کرے۔ لیکن صرف یہی نہیں بلکہ بعض دفعہ انسان اپنے نفس کی وجہ سے زیادہ تنگ دست ہو جاتا ہے اور ایک شخص اپنے نفس کی وجہ سے غنی رہتا ہے (۔) یہ بہترین غنی ہے جو صادق آئے گا کیونکہ ہر شخص کی اپنی کیفیت ہے اس کی نسبت سے، اس پر معانی کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا تنگ دستی میں خرچ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کو جب اپنے سے غریب تر ملتا تھا تو اس پر ہی صرف کرتے تھے بلکہ تنگ دستی میں آپ کو غنیٰ نصیب ہوتا تھا اور تنگ دستی میں غنیٰ جو ہے وہ انسان کو امیر کر دیتا ہے۔ (۔) امیری تو وہ ہے جو نفس کی امیری ہو۔ پس آنحضرت ﷺ اپنے سے زیادہ خوش حال لوگوں کی ضرورتیں پوری فرماتے تھے جب کہ خود بھی تنگ دستی ہو۔ یہ وہ عظمت

کردار ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے مرتبے کو تمام عالمین پر محیط کر دیتی ہے اور ان سے بالا کر دیتی ہے۔ وہ شخص جو عام قانون کے برعکس حرکت کرتا ہے، پانی نیچے کی طرف بہتا ہے یہ اوپر کی طرف فوارے کی طرح پھوٹتا ہے اور بلندیوں کو بھی سیراب کر جاتا ہے یہ وہ سیرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا بیان ہے ان آیات میں، جن کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ آپؐ ہی ہیں جو "سراء اور ضراء" میں خرچ کرتے ہیں (۔) حضور اکرم ﷺ کی سیرت ہی کا نقشہ ان (۔) میں کھینچا گیا ہے اور اسی کی طرف بنی نوع

روزنامہ الفضل ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ - پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی - ربوہ

قیمت
2 روپے 50 پیسے

انسان کو بلایا گیا ہے۔

جس نے خدا کے حکم کے ساتھ تمام دنیا کے اخلاق کو درست کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے اس کے لئے اس کے سوا راہ ہی کوئی نہیں ہے کہ (۔) سیرت کی غلامی اختیار کرے اور یہی غلامی ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ توفیق بخشے گی کہ اپنے سے اونچوں کی بھی وہ تربیت کریں گے اور اپنے سے نیچوں کی بھی تربیت کریں گے۔ کیونکہ جب وہ سراء کی حالت میں ہوں گے تو پھر تو طبعی طور پر ان کی طرف سے پانی نیچے بہنا چاہئے مگر وہ جو فطرت کی خساست کی روکیں ہیں وہ ان کی راہ نہیں روکیں گی۔ پس ان کا پانی اوپر سے بھی نیچے بہتا ہے' نیچے سے بھی اوپر بہتا ہے۔ یہ رحمت (۔) کا نقشہ ہے جو (۔) وضاحت کے ساتھ کھینچا گیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور پھر اس مضمون کو خدا تعالیٰ آگے بڑھاتا ہے (۔) اپنے غیظ کو وہ پی جاتے ہیں کیونکہ سختی اور مسلسل شفقت اکٹھے نہیں چلا کرتے۔ اور اس کا تعلق "ضراء" سے بھی ہے کیونکہ ان کا جو رحم ہے وہ ان کی طرف بھی جاری ہوتا ہے جو ان کو غیظ دلاتے ہیں۔ پس یہ مضمون ایک نئے دائرے میں پھیل گیا ہے۔ وہ شفقتوں اور رحمتوں کے اس مضمون سے اب یہ تعلق رکھتا ہے جو عام انسانی اخلاق سے وابستہ ہیں اور ان کا صرف مالی قربانی سے تعلق نہیں ہے اب یہ اخلاقی مضمون بن گیا ہے۔ (۔) جب ان کو کوئی نقصان پہنچاتا ہے اور غصے کا حق دیتا ہے۔ اس کا جواز دیتا ہے اس وقت اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ اپنے غصے کو روک لیتے ہیں اور ان لوگوں سے حسن سلوک سے رکتے نہیں جن سے حسن سلوک ان کے لئے رحمت کا موجب بن سکتا ہے۔

اب یہ جو حصہ میں نے داخل کیا ہے "ان لوگوں سے حسن سلوک سے رکتے نہیں جن کے لئے ان کا حسن سلوک رحمت کا موجب بن سکتا ہے" اس نے اس مضمون میں ایک ایسی وسعت بخشی ہے' اس بات نے جو دراصل حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت سے تعلق رکھنے والی بات ہے اور (کلام الٰہی) نے خود یہی تعریف فرمائی ہے اور اس خطبے کے آخر پر (۔) میں آپ کو بتاؤں گا کہ یہ مضمون اس میں داخل ہے۔ کاظمین الغیظ اس موقع پر بنتے ہیں جہاں غصے کا ضبط کرنا اس شخص کے لئے فائدہ مند ہے جس کے مقابل پر غصے کو ضبط کیا جا رہا ہے۔ جہاں اس کے لئے نقصان دہ ہے وہاں غصے کو ضبط نہیں کرتے۔ (۔) میں عفو کا وہی مضمون ہے جو میں پہلے خطبے میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں اس کا مطلب صرف بخشنا نہیں جیسا کہ عام طور پر ترجمے میں کر دیا جاتا ہے۔ کاظمین سے تعلق ہے اس کا کاظمین میں غصہ ضبط کیا جاتا ہے جب کہ وہ شدت کے ساتھ پھوٹ پڑنے پر تیار ہو اور عفو اس سے پہلے کا مضمون ہے کہ وہ عام طور پر لوگوں سے درگزر بھی کرتے ہیں۔ اب ان دونوں کا بہت گہرا تعلق ہے۔ کیونکہ ایک انسان میں بیک وقت ان دونوں باتوں کا ہونا ممکن ہے مگر ایک اس دوسرے سے الگ نہیں کی جا سکتی۔ بیک وقت ہونا تو ممکن ہے کیونکہ وہ لوگ جو عافین کے عادی نہ ہوں وہ کاظمین الغیظ ہو ہی نہیں سکتے' ناممکن ہے روزمرہ کی زندگی میں جو چھوٹے بہت قصور ہوتے رہتے ہیں ان سے اگر انسان نظریں نہ پھیر سکے اور اس کے برعکس مین میخ نکالنے کا عادی ہو' وہ لوگوں کے قصوروں کی تلاش میں رہے ایسے لوگ ہمیشہ اپنی زندگی کو برباد کرتے رہتے ہیں' لوگوں کے لئے رحمت کا موجب بننے کی بجائے ان کے لئے ایک عذاب کا موجب بنے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اصلاح کی خاطر یہ کر رہے ہیں مگر اصلاح کا حق خدا نے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو اس سیرت کے ساتھ دیا ہے جو اللہ نے آپ کو عطا کی ہے اور اس سیرت سے ہٹنے کے بعد کسی کو کوئی اصلاح کا حق نہیں رہتا' اصلاح کی مقدرت نہیں رہتی' توفیق ہی نکل جاتی ہے ہاتھ سے۔

پس یہ وہ صورت حاصل ہے جس کو آپ کو سمجھنا چاہئے گہری نظر سے۔ کیونکہ ان اخلاق کو اپنانے کے لئے جب تک ان کی معرفت نہ ہو' ان کی گہرائیوں سے انسان واقف نہ ہو' تفاصیل پیش نظر نہ ہوں تو ان چیزوں کو اپنی ذات میں جاری کرنا آسان نہیں ہوا کرتا' پس "عافین عن الناس" آنحضرت ﷺ کا ایک طبعی فطری اظہار تھا جس میں کسی بناوٹ کی کوئی ضرورت بھی نہیں تھی کیونکہ فطری اظہار خودرو اظہار کی طرح ہوتا ہے اور اس میں کسی بناوٹ کی کوشش کی ضرورت نہیں پڑتی۔ رسول اللہ ﷺ "عافین عن الناس" طبعاً تھے لیکن "کاظمین الغیظ" کے لئے کوشش کی ضرورت ہے اور جدوجہد کی ضرورت ہے اور وہ اسی کو نصیب ہو سکتی ہے جو عفو کا عادی ہو۔

پس عفو سے مراد ان روزمرہ کی باتوں میں' ان قصوروں میں نظر ہٹا لینا ہے جن قصوروں سے کوئی بھی انسان حقیقت میں آزاد نہیں سوائے اس کے کہ اللہ کی اس پہ خاص رحمت ہو۔ تو ان کا مزاج یہ نہیں ہوتا کہ سوسائٹی میں لوگوں کے قصوروں کی تلاش کرتے رہتے ہیں' اس نے تو یہ کر دیا' اس نے تو وہ کر دیا' جو قصور ان کے سامنے خود ابھر آتے ہیں ان سے بھی نظر پھیرتے ہیں۔ اب یہ "ولا تجسسوا" والے مضمون کی ایک اعلیٰ صورت بیان فرمائی گئی ہے۔ عفو تجسس کے برعکس مضمون ہے۔ تجسس کا مطلب ہے تلاش کر کے معلوم کرو وہ کیا کرتا رہتا ہے اندر بیٹھا ہوا اور گھر میں بھی یہی خرابیاں ہیں جو بہت سی بڑی خرابیوں کو جنم دیتی ہیں' پیدا کرتی چلی جاتی ہیں۔ اگر کوئی بیوی خاوند کے نقائص کی جستجو میں رہے تو اس کی زندگی ویسے ہی حرام ہو جاتی ہے۔ وہ سوچتی رہتی ہے خاوند باہر گیا تھا تو پتہ نہیں کیا کر رہا ہے وہاں بیٹھا اور کس کے گھر گیا تھا اور کیوں گیا تھا اور ساس بہو کی غلطیوں اور قصوروں کی تلاش میں رہتی ہے۔ بہو بہانے نکالتی ہے کہ کس طرح اپنے خاوند کا دل اس کی ماں سے توڑ کر جدا کرے یہ بتانے کے لئے کہ اس کی ماں یہ یہ کام کرتی ہے۔ یہ جو عادتیں ہیں یہ مہلک ہیں انسانی زندگی کے لئے' انسانی عمل کے لئے مہلک ہیں ان کو یہ وعدہ کیسے خدا دے سکتا ہے (۔) ایسی جنتوں میں ہے (۔) کہ اس کا پھیلاؤ تمام کائنات کے برابر' اس پر پھیلا پڑا ہے۔ گھر کی جنت تو نصیب نہیں ہو سکتی وہ بے چارے باہر کی جنت کا تصور ہی نہیں کر سکتے ان میں اہلیت ہی نہیں پیدا ہوتی' خدا کیسے جھوٹے وعدے کرے گا ان سے۔

اس لئے اگرچہ مضمون پھیلا ہے مگر گھر کے حوالے سے پھر آپ کو یاد کرانا پڑتا ہے کہ (لوگوں کے لئے عفو کرنا) تجسس کے برعکس صورت حال ہے۔ تجسس سے صرف نظر کریں' لوگوں کے حالات میں ڈوب کر ان کی برائیاں تلاش نہ کریں۔ اور وہ برائیاں جو از خود ابھر کر آپ کے سامنے آتی ہیں جہاں تک ممکن ہے ان سے عفو کا سلوک کریں۔ اور یہ جو "کاظمین الغیظ" میں میں نے کہا تھا اگر وہ اصلاح ممکن ہو تو پھر ایسا کریں وہ عفو کے حوالے سے (کلام الٰہی) میں دوسری جگہ بالکل واضح طور پر بیان فرما دیا ہے۔ (۔) عفو کرتے ہیں مگر بغیر کسی شرط کے نہیں کرتے۔ (۔) وہ جس نے عفو اس طرح کیا کہ اس کے نتیجے میں لازماً اصلاح ہوتی ہے اس کا اجر اللہ کے پاس ہے۔ جو عفو اس طرح کرے کہ اصلاح کی بجائے بدی کا حوصلہ بلند ہو جائے اور جرائم زیادہ پھیل جائیں وہ عفو ہرگز خدا تعالیٰ کو پسندیدہ نہیں۔

(۔) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ (۔) کا عفو غالب تھا مگر اس شرط کے ساتھ کہ اگر اصلاح ہوتی تھی تو عفو فرماتے تھے' اگر اصلاح نہیں ہوتی تھی تو عفو نہیں فرماتے تھے۔ اور اگر اس پر بنیاد ہے (غصہ دبانے کی) تو لازماً یہ مضمون وہاں بھی پھیل جائے گا' وہاں تک بھی جا پہنچے گا۔ غصہ ضبط کیا جاتا ہے جہاں تک ممکن ہے کہ غصہ ضبط کرنے سے اصلاح ہو لازم ہے کہ غصہ ضبط کرو اور اگر غصہ ضبط کرنے سے جرم کی حوصلہ افزائی شروع ہو جائے اور بغاوت پھیل جائے تو ایسا غصہ کرنا تو حد سے بڑی حماقت ہے۔

پس رحمت کے باوجود غصہ ضبط کرنا' لیکن رحمت کے تقاضوں کے خلاف غصہ ضبط نہیں کرنا یہ ہے وہ رحمت کا مضمون جو بڑی وضاحت سے (کلام الٰہی) نے پیش فرمایا اور ایک دوسری (بات) کو بھی حل کر دیتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (۔) وہ دشمنوں پر "اشداء" اس لئے نہیں ہیں کہ وہ سخت گیر لوگ ہیں' بدتمیز اور بدمزاج لوگ ہیں۔ باوجود رحیم ہونے کے پھر بھی (کفار کے لئے سخت) ہیں اور اس سے بہتر ترجمہ یہ ہوگا کہ رحمت کی وجہ سے (کفار کے لئے سخت) ہیں۔ اور یہی وہ ترجمہ ہے جو (۔) میں کر رہا ہوں یعنی ان کی رحمت کا تقاضا ہے کہ جہاں سختی ہو' سختی کی ضرورت ہو اور سختی کے بغیر اصلاح نہ ہو سکتی ہو اور سختی نہ کی جائے تو نہ اس شخص پر رحم ہے جو بغیر اصلاح کے آزادانہ دندناتا پھرے گا' نہ اس دنیا پر رحم ہے جو اس سے نقصان اٹھائے گی۔ تو (۔) مضمون ہے جو (۔) ہم پر کھل جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ خود بھی ایسے تھے' اپنے صحابہ کو بھی ایسا ہی بنا دیا یعنی ان لوگوں کا ذکر چل رہا ہے (۔) تو (کلام الٰہی) کی جس (۔) طرف سے بھی آپ داخل ہوں اسی جنت میں داخل ہوتے ہیں جس کے ارض و سماء ساری کائنات پر پھیلے پڑے ہیں۔ اندر وہ ساری چیزیں آپ کو دکھائی دینے لگیں گی۔ (۔) پس اس لحاظ سے "عافین عن الناس" کا مضمون سمجھیں اور پھر جو تربیت کی توفیق آپ کو ملے گی وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ سارے بنی نوع انسان کی تربیت کی طاقت رکھے گی۔ اب یہ بات بھی بہت اہم ہے سمجھنے والی کیونکہ ہر انسان اگر اپنے مزاج کے مطابق تربیت کرے یا اپنے قومی مزاج کے حوالے سے تربیت کرے تو اپنی قوم کا مزاج کسی حد تک درست کر سکتا ہے مگر دوسری قوموں کا مزاج درست نہیں کر سکتا اس کے لئے عالمی مزاج کی ضرورت ہے۔ اور (۔) عالمی مزاج پیدا کئے بغیر آپ بنی نوع انسان کی بحیثیت بنی نوع انسان تربیت کرنے کے مستحق نہیں ہو سکتے بلکہ آپ کی تربیت نسبتی رہے گی۔ ایک قوم کی تربیت کر رہے ہیں دوسری کی بگاڑ رہے ہیں۔ ایک قوم کا حق ادا کر رہے ہیں دوسرے کا چھین رہے ہیں۔

تو عالمی حوالہ ضروری ہے۔ تربیت کے لئے اور جب عالمی حوالے کی بات کریں گے تو ایک ہی حوالہ ہے یعنی حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ جنہوں نے اللہ کے بعد اس دنیا میں اللہ کی ان صفات حسنہ کو اپنا لیا کہ گویا ایک خدانما وجود بن گئے۔ خدا تو نہیں تھے مگر آپ کی صفات میں خدا دکھائی دینے لگا اس لئے آپ ؐ کی اطاعت لازم ہے۔ ورنہ براہ راست اللہ کی اطاعت کا حکم ہوتا تو بظاہر بہت اچھی بات ہوتی کہ بس اللہ کی اطاعت کرو' کیا پتہ اللہ کی اطاعت کیسے ہوتی ہے' کیسے کریں گے' ہر شخص اپنے مزاج کے مطابق اللہ کو جو سمجھتا ہے وہی کرتا پھرتا ہے تو (کلام الٰہی) نے یہ احتیاط برتی اور بڑی سختی کے ساتھ اس پر کاربند رہا اور ہمیشہ کے لئے کاربند ہے' اللہ کے ساتھ رسول اللہ کو جوڑا ہے جب بھی اطاعت کی بات ہوئی ہے (۔) اور یہ بتانے کے لئے کہ تمہیں محمد رسول اللہ کو سمجھے بغیر' آپ کی صفات پر غور کئے بغیر' آپ ؐ کے حوالے کے بغیر اللہ کی اطاعت کا مضمون سمجھ آ ہی نہیں سکتا اس لئے ان سے سیکھو' ان کے پیچھے چلو پھر تم پر ہر مضمون روشن ہو جائے گا خواہ وہ تقویٰ کا ہو' رحمت کا ہو اور بنی نوع انسان سے تعلقات کا مضمون ہو۔ یعنی اس مضمون کو جس دائرے پر پھیلاؤ گے سختی کا مضمون ہو' شفقت اور رحمت کا نرمی کا مضمون ہو ہر مضمون آنحضرت ﷺ کے حوالے سے انسان پر روشن ہوتا چلا جائے گا۔

(۔) اب متقین سے جو بات شروع ہوئی ہے وہ محسنین پر جا پہنچی ہے۔ متقی میں غلط باتوں سے بچنے کا مضمون زیادہ پایا جاتا ہے یعنی ایک ایسا شخص جس سے کسی کو نقصان نہ پہنچے یا جو خود دوسرے سے نقصان نہ اٹھائے۔ محسن کا مطلب یہ ہے کہ وہ احسان کرتا چلا جاتا ہے ہر طرف۔ یعنی نقصان تو درکنار اس سے کسی کو نقصان نہیں پہنچ سکتا مگر محض یہی اس کا تشخص نہیں ہے وہ ایک محسن کے طور پر ابھرتا ہے اور ہر طرف احسان پھیلاتا چلا جاتا ہے اور (۔) اس کو ایک اور عظمت بخش دی۔ فرمایا تم کرو گے جنت کی

خاطر' یہ بھی ایک چیز ہے مگر جو اعلیٰ درجے کے (صاحب ایمان) ہیں وہ اللہ کی محبت کی خاطر ایسا کرتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت (بانی سلسلہ) فرماتے ہیں کہ ہمیں تو نیکیوں کا مزہ ہی اس بات میں ہے کہ اللہ کی محبت ملے۔ فرماتے ہیں اگر اللہ کی محبت کا چسکا پڑ جائے تو نیکیوں کی اگر یہ سزا ہوتی کہ اللہ کی محبت تو ملے گی لیکن جہنم کی تکلیفیں بھی ہوں گی تو ہم خوشی سے جہنم قبول کر لیتے۔ پس یہ وہ مضمون ہے جو اپنے معراج کو پہنچایا گیا ہے یہاں۔ متقین سے بات شروع ہوئی' حقوق کی ادائیگی سے بات شروع ہوئی' حقوق تلف نہ کرنے کی بات شروع ہوئی' باوجود تکلیف اٹھانے کے لوگوں پر احسان کی بات شروع ہوئی' یہ سب تقویٰ کی باتیں ہیں یعنی تقویٰ سے پھوٹتی ہیں مگر اس میں حوالہ صرف یہ ہے کہ ہمیں جنت ملے۔ یعنی تقویٰ کی ترقی یافتہ حالتیں ہی احسان ہیں دراصل' مگر حوالہ جنت کا تھا۔ تم چاہتے ہو کہ وسیع جنت مل جائے' ساری کائنات پر پھیلی ہوئی تو یہ کام کرنا۔ مگر اگر تم آنحضرت ﷺ کی غلامی میں عفو کے اور احسان کے اور برمحل غصے کے اور برمحل سزا کے مضامین سیکھ لوگے اور نیت یہ ہوگی کہ اس سے اللہ کی محبت نصیب ہو تو پھر تم محسن بن جانا یعنی ہمیشہ تم سے احسان ہی ہو لوگوں کو' تمہاری طرف سے لوگوں کو احسان ہی پہنچے تب یاد رکھنا کہ اللہ محسنین سے محبت کرتا ہے تو یہاں حضور اکرم ﷺ کو ایک محسن اعظم کے طور پر بھی پیش فرمایا گیا ہے جو دراصل رحمۃ للعالمین کی ایک دوسری صورت ہے۔

(-) مسند احمد سے یہ روایت لی گئی ہے۔ حضرت معاذ بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ تو قطع تعلق کرنے والے سے تعلق قائم رکھے اور جو تجھے نہیں دیتا اسے بھی دے اور جو تجھے برا کہتا ہے اس سے تو درگزر کر۔ یعنی عفو کا مضمون ہے درگزر کرنے کے معنوں میں کہ برا کہتا ہے' بدلہ نہ لو اور برداشت کر جاؤ اور یہ برداشت کرنا عفو کی' یہی انتہائی غصے کو برداشت کرنے کی پہلی منزل بنتا ہے اس کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

"جو تجھے نہیں دیتا اسے بھی دے" یعنی اپنی عطا کو دوسروں سے لینے کے حوالے سے کبھی نہ باندھو چنانچہ (کلام الٰہی) نے اس مضمون کو دوسری جگہ کھولا ہے (-) اس وجہ سے کبھی احسان نہ کرو کہ تم زیادہ حاصل کر لو۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مضمون اس طرح بے نفسی کا مضمون ہے کہ خدا سے بھی توقع نہ رکھو بلکہ پھینک دو چیز۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ "تمنن" کے بعد "تستکثر" کی نہی ہے۔ اللہ پر تو آپ احسان کر ہی نہیں سکتے۔ ناممکن ہے۔ تو اسی کی عطا کے تابع ہے اس کی عطا سے باہر جا کیسے سکتے ہیں اس لئے اس سے اور بھی مانگیں تو تب بھی آپ اس کی عطا کے نیچے رہیں گے۔ پس جب اللہ فرماتا ہے کہ میری خاطر خرچ کرو گے تو تمہیں زیادہ ملے گا تو اس میں اگر کسی انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ میں خرچ کروں تاکہ اللہ مجھے زیادہ دے تو یہ بدخلقی نہیں ہے (-)

(-) اگر کوئی اس کا ٹکراؤ دکھائی دے سکتا ہے تو صرف ایک موقع پر۔ اگر انسان کسی پر احسان کرے اور اس وجہ سے صرف کرے کہ اللہ اسے زیادہ دے وہی چیز تو یہ اعلیٰ درجے کی نیکی نہیں رہے گی کیونکہ پھر جب خدا اس کو دنیا میں کچھ دے دے گا تو اس کا حساب پورا ہو گیا اس سے بھی زیادہ مل گیا اور بات ختم ہو گئی۔ تو اگر انسان اس وجہ سے خرچ کرے کہ رضائے باری تعالیٰ نصیب ہو تو وہی محسن والا مضمون (-) اس پر صادق آئے گا تو اگرچہ ظاہری طور پر تو (-) یعنی احسان نہ کرو' کسی کو ممنون نہ کیا کرو اس نیت سے کہ تم زیادہ لو اس کا پہلا قدم یہ ہے کہ جب تم بنی نوع انسان میں کسی کے ساتھ حسن سلوک کرو' کچھ اسے دو تو ہرگز اس سے زیادہ لینے کی کوئی بھی خواہش تمہارے دل میں نہ ہو۔ نمبر دو' اگر ہو تو اللہ سے لینے کی خواہش ہو کیونکہ وہ تمہارے زیرِ احسان نہیں آسکتا "من" کے نتیجے میں "من" "تم نے کسی اور پہ کی ہے۔ اللہ سے لے رہے ہو۔ یہ جائز ہے" گناہ نہیں ہے مگر اگر نظرے مادے پر ہی ٹھہر گئی اور مادی جزا ہی تمہارا مقصود بن گئی تو اتنا ہی ملے گا۔

چنانچہ (کلام الٰہی) فرماتا ہے جو اللہ سے یہ کہتا ہے کہ مجھے اس دنیا کی حسنہ عطا کرے اسے دنیا کی حسنہ ہی ملتی ہے پھر' آخرت کی حسنہ نہیں ملتی۔ اور (ایمان والوں) کو یہ سکھایا (اے ہمارے رب ہمیں دنیا کی بھی حسنات دے اور آخرت کی بھی اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا) تو کبھی بھی اپنے احسان کو محض مادی فوائد کی توقع سے خواہ وہ خدا سے ہوں باندھا نہ کرو۔ بلکہ اس کو ان سے وابستہ نہ ہی کرو تو بہتر ہے کیونکہ اگر بے تعلق کر لو گے مادی فوائد سے چاہے وہ خدا کی طرف سے عطا ہوں تو پھر تمہاری نظر زیادہ بلند ہو جائے گی اور مادی فوائد تو اللہ نے دینے ہی دینے ہیں اس لئے جو چیز بن مانگے مل جانی ہے خواہ مخواہ اس میں مانگنے کی ضرورت کیا ہے اس چیز کو مطمح نظر بنانے کی کیا ضرورت ہے جو بغیر مطمح نظر بنائے اللہ نے اپنی طرف سے دے ہی دینی ہے۔ تو اسی لئے جب (ایمان والے) کسی پر احسان کرتے ہیں اور وہ شکریہ ادا کرتا ہے تو (کلام الٰہی) فرماتا ہے کہ وہ ان کو جواب میں کہتے ہیں کہ ہمارا شکریہ ادا نہ کرو (-) ہم تم سے نہ جزاء چاہتے ہیں نہ شکریہ چاہتے ہیں کیونکہ یہ ہم نے جو کچھ کیا تھا یہ جزاء کے تصور سے کیا ہی نہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے تصور سے کیا ہے۔ پس رضائے باری تعالیٰ اگر مقصود رہے تو شکریہ تو رکنے ہی نہیں ہیں' پھر بھی آئیں گے' شکریہ تو کوئی روک نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ بنی نوع انسان کو ہدایت کر دی ہے کہ تم شکریہ ادا کیا کرو۔ اس لئے شکریہ کی مناہی نہیں ہے بلکہ شکریہ تو سکھایا گیا ہے۔ قبول کرنے کی مناہی ہے کیونکہ جو شکریہ قبول کرتا ہے اس کا نفس موٹا ہو جاتا ہے' اس کی نیت کی پاکیزگی میں فرق آجاتا ہے اور اسے شکریوں کے ہی چسکے پڑ جاتے ہیں' انتظار کرتا رہتا ہے کہ میں نے یہ کیا تھا ابھی تک شکریہ کا خط نہیں آیا۔ ابھی تک اسے قبول نہیں کیا گیا اور یہ مجھے نہیں پتہ چلا کہ میرے زیر احسان آیا ہے کہ نہیں وہ شخص۔ یہ تصور ہی جھوٹا اور باطل ہے۔ شکریہ سے ایسے بے نیاز ہو جاؤ کہ جس کو اردو میں یوں ظاہر کیا ہے "نیکی کر دریا میں ڈال" اس طرح نیکی کرو کہ گویا دریا میں غرق ہو گئی پتہ ہی نہیں پھر وہ گئی کہاں۔ انسانی لاشیں بھی نہیں ملتیں دریاؤں سے بعض دفعہ' نیکیاں کہاں ڈھونڈتے پھرو گے پھر۔ تو یہ وہ (-) مضمون ہے جس کا اسی مضمون سے گہرا تعلق ہے کہ تم جب احسان کرو تو اس احسان کے بدلے میں نہ بندے سے جزاء چاہو' نہ اس لئے احسان کرو کہ اللہ تعالیٰ وہی مادی جزاء تمہیں اس دنیا میں دے دے' نہ اس لئے احسان کرو کہ وہ تمہارا شکریہ ادا کریں اور تمہارے نفس کو مطمئن کریں کہ ایک چیز تمہارے ہاتھ سے نکلی اس کی دوسری قدر تمہارے ہاتھ میں واپس آ گئی۔

پس حقیقت میں شکریہ کا مضمون ذات باری تعالیٰ کی خاطر نیکیوں سے تعلق نہیں رکھتا کیونکہ بنی نوع انسان بسا اوقات صرف اس لئے احسان نہیں کرتے کہ زیادہ ملے۔ اس لئے کہ ان کی طبیعتوں میں نفاست پیدا ہو چکی ہوتی ہے مادے کے مقابل پر وہ جوابی شکریہ اور جوابی محبت کو زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس لئے بظاہر وہ بے لوث خرچ کر رہے ہیں مگر حقیقت میں بے لوث خرچ نہیں کیا کرتے۔ پنجابی کا محاورہ کئی دفعہ میں نے آپ کو سنایا ہے اور اس موقع پر پھر بھی یاد آجاتا ہے کہ "ستے پتر دا مونہہ کی چمناں" مائیں کہتی ہیں جب بیٹا سویا پڑا ہے اس کا مونہہ چوم کے ہم کیوں اپنا وقت ضائع کریں اس کو پتہ ہی نہیں لگنا تو ہمیں کیا فرق پڑتا ہے۔ لیکن اللہ کی خاطر ستے پتر کے مونہہ بھی چومے جاتے ہیں۔

وہ بنی نوع انسان جو غافل ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بھی محسن بن گئے' ان کے لئے بھی بے انتہا رحمت بن گئے' ان کے لئے (غصہ دبانے والے) تھے جو ہر وقت آپ کو دکھ پہنچاتے تھے۔ وہ جن کے لئے (غصہ دبانے والے) تھے' وہ وہ تھے جو ہر وقت آپ کو دکھ پہنچاتے تھے اور رحمت کا جو سلسلہ ہے وہ پھر بھی ان کے حق میں جاری رہا۔ اس طرح جاری رہا کہ ان کے حق میں جب اور کچھ پیش نہیں گئی تو دعائیں کرنا شروع کر دیں۔ اگر عفو نے کام نہیں کیا' اگر درگزر نے کام نہیں کیا' اگر نصیحت نے کام نہیں کیا تو پھر باری تعالیٰ کے حضور جھک گئے۔ کہا اے خدا میں تجھ سے رحمت مانگتا ہوں میری پیش نہیں جاتی' میرا بس نہیں چلتا۔ تو اس سے بڑا دنیا میں جیسا کہ محاورہ ہے ستے پتروں کے مونہہ چومنے والا اور ہو کون سکتا ہے' ناممکن ہے۔ مائیں تو پتر کا مونہہ بھی نہیں چومتیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کے مونہہ چومتے رہے اپنی رحمت کی وجہ سے جو غفلت میں سوئے ہوئے تھے اور جو آئندہ نسلوں میں کبھی پیدا ہونے تھے مختلف زمانوں میں' مختلف مکانوں میں' مختلف ممالک میں' مختلف رنگ و نسل میں۔ ان کے لئے بے قرار رہے' ان کے لئے دعائیں کرتے رہے تو یہ وہ رحمت کی عالمی حیثیت ہے جس کی جزاء لازماً یہ ہونی چاہئے کہ ایسی جنت کہ (-) سارے زمین و آسمان پر وہ محیط ہو مگر یہ بھی کافی نہیں ہے کیونکہ یہ کرتے تھے تو رضائے باری تعالیٰ کی خاطر۔ اس لئے (اللہ محسنوں سے محبت کرتا ہے) سے بہتر کوئی عنوان نہیں ہو سکتا۔ کوئی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔

پس (-) سب سے بڑی جزاء اللہ کی محبت کی جزاء ہے اس سے بڑی اور کوئی جزاء نہیں۔ تو محبت کی خاطر یہ کام کرو گے تو تھکو گے نہیں۔ ایک اور فائدہ اس کا یہ ہے اور اس مضمون پر بھی میں کئی دفعہ روشنی ڈال چکا ہوں مگر جیسا کہ مجھے رؤیا میں بتایا گیا کہ بعض چیزیں ہیں جو تکرار کی خاطر نہیں اصرار کی خاطر کرنی پڑیں گی۔ یعنی تکرار کرتے ہو اگر اس غرض سے کہ تمہارا اصرار ہو کہ تم نے ضرور یہ بات پہنچا کے چھوڑنی ہے تو یہ اصرار جائز اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہے اور اسے تکرار نہیں کہا جا سکتا۔

تو اس پہلو سے میں آپ کو پھر سمجھاتا ہوں کہ (اللہ محسنوں سے محبت کرتا ہے) نے ہمیں کوششوں کو آسان کرنے کی راہ بھی دکھلا دی ہے۔ یہ کام جو بتائے گئے ہیں بڑے مشکل کام ہیں غصے کی حالت میں بھی اپنے دل میں ضبط کرو اور پھر عفو کے تعلق میں بھی اس وقت درگزر نہیں کرنی جب خطرہ ہو کہ یہ درگزر کسی کو باغی بنا دے گی۔ کتنے باریک مضامین ہیں اور ہر شخص کی دسترس میں نہیں کہ ان کو پوری طرح سمجھ کر ان کا حق ادا کر سکے اور پھر دقتیں بھی بڑی ہیں اس راہ میں' غصہ برداشت کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ غصے کی حالت میں انسان بے اختیار دوسرے کو گالی دے جاتا ہے' تھپڑ مار دیتا ہے۔ دوسرے دن پھر آ کے معافی بھی مانگنی پڑتی ہے' فون بھی کرنے پڑتے ہیں۔ کہ معاف کرنا کل غصے کی حالت میں ہم سے یہ ہو گیا تھا' اب آپ ہمیں معاف کر دیں تو اس سے تو معافی اس وقت مانگی جا رہی ہے جب اس کا دکھ کا حال کچھ خود بخود ہی ٹھنڈا پڑ چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے کہ غصے کی حالت میں تم معاف کیا کرو' اس وقت کوئی کلمہ نہ نکالا کرو تو کوئی آسان کام تو نہیں ہے مگر محبت ہر مشکل کو آسان کر دیتی ہے۔ اگر اللہ کی محبت کی خاطر ہو تو یہ چیزیں آسان ہوں گی۔ اگر جزاء کی خاطر ہوں تو پھر بھی کسی حد تک آسان ہو جاتی ہیں مگر محبت میں تو کوئی حد ہی نہیں ہے۔ پیار کی خاطر سب سودے آسان ہو جاتے ہیں۔ سب قربانیاں معمولی اور ہلکی دکھائی دیتی ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں پھر کوئی چیز بڑی رہتی ہی نہیں خواہ جتنی بڑی قربانی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جو عاجزی کا آخری مقام نصیب ہوا ہے۔ آپؐ نے جو کچھ بھی کیا اللہ کی محبت میں کیا اور اللہ کی محبت کی جزاء اتنی زیادہ تھی کہ جو کیا وہ کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا اور جو تکلیفیں اٹھائیں وہ اس محبت کی وجہ سے آسان اور کچھ بھی نہ رہیں' باقی ہی نہ رہیں گویا کہ۔ تو اس لئے جب حضور اکرمؐ راتوں کو کھڑے ہو کر ساری ساری رات خدا سے بخشش طلب کیا کرتے تھے۔ فضل مانگا کرتے تھے تو یہ مضمون ان کو سمجھ آ ہی نہیں سکتا جو اس محبت کے مضمون اور عجز کے مضمون کو نہ سمجھیں جو محبت کے نتیجے میں پیدا ہونا لازم ہے۔ اللہ سے محبت کی خاطر جو کچھ کیا' کیا اور محبت کی جزاء ایسی نازل ہوئی کہ آپؐ کے سارے وجود کو اس نے لپیٹ لیا۔ ساری زندگی محمدؐ رسول اللہ کی خدا کی گود میں پلی ہے تو پھر جو کچھ کیا تھا وہ تو لگتا تھا کچھ بھی نہیں ہوا' تکلیف کون سی پہنچی۔ حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) بیان فرماتے ہیں۔

ابتداء سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار

پس محبت کے مضمون کو سمجھ کر اس راہ میں قدم آگے بڑھائیں گے تو ہر مشکل آسان ہوتی چلی جائے گی اور ہر مشکل کی جزاء ملتی چلی جائے گی ورنہ غصے گھونٹنا بڑا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ مجھ سے ایک شخص نے نفسیاتی نقطہ نگاہ سے یہ سوال اٹھایا تھا کہ (دین حق) نے جو یہ تعلیم دی ہے تو بڑی مصیبت ہے اس سے تو کئی قسم کی نفسیاتی بیماریاں پیدا ہو جائیں گی کہ تم اپنے غصے ضبط کرو' اپنی خواہشات ضبط کرو۔ تو وہ نفسیات کا ماہر تھا اس نے کہا ہم جانتے ہیں کہ ایسا کرنے سے انسان کو طرح طرح کی نفسیاتی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ میں نے کہا ان کو ہوتی ہیں جو غصے ضبط کرتے ہیں جو اپنے نفس کی خاطر کچھ کرنے سے محروم رہتے ہیں تو احساس محرومی ہے اور ایک غصہ اتارنے کا موقع ہے مگر مجبوری سے ضبط کیا جاتا ہے اور اترتا نہیں ان کو بیماریاں لگا کرتی ہیں جو بالارادہ غصہ ضبط کرتے ہیں ان کو بیماریاں نہیں لگا کرتیں۔ پس جو کھولتے رہتے ہیں دل چاہتا ہے کہ غصے کو اتارنے کا موقع ملے تو پھر ہم یوں ڈسیں اور یوں بدلے اتاریں وہ ذہنی مریض ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے اگر نفسیات نے' میں نے کہا' آپ کو یہ پڑھایا ہے تو غلط پڑھایا ہے' بالکل غلط ہے انسانی نفسیات کا یہ نظریہ کہ اپنے شوق سے' دسترس رکھتے ہوئے' چاہتے ہوئے آپ اپنا ہاتھ روک لیں تو آپ نفسیاتی مریض بن جائیں گے۔ نفسیاتی مریض نہیں ہوں گے بلکہ آپ کی نفسیات کو ایک مزید طاقت عطا ہو گی۔ اور انسانی نفس جو بھی جس چیز کا بھی آپ نام رکھتے ہیں وہ ارتقائی منزلیں طے کرتا ہے اس سے اس کو مزید حوصلے ملتے ہیں مگر اس کو چھوڑ بھی دیں تو جو رضائے باری تعالیٰ نصیب ہو رہی ہے اس نے احساس محرومی کون سا رکھا ہے باقی۔ اگر ضبط اللہ کی خاطر ہے اگر کسی نعمت کو حاصل کرنے سے آپ ویسے ہی رک جاتے ہیں خدا کی خاطر' چاہتے ہوئے' دسترس رکھتے ہوئے رک جاتے ہیں اس کی جزاء تو مل گئی ہے اور جزاء اس سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے کیونکہ یہ طوعی زندگی ہے' مجبوری کی زندگی نہیں۔ طوعی زندگی کے مضامین ہی مختلف ہیں جب آپ ایک چیز چھین سکتے ہیں کسی سے اور نہیں چھینتے تو اس سے احساس محرومی نہیں پیدا ہوتا۔ اور اگر اس لئے نہیں چھینتے کہ جو دیکھ رہا ہے آپ کو وہ آپ سے زیادہ پیار کرے گا تو احساس محرومی تو درکنار آپ کو اس کے بالکل برعکس اس چیز سے بڑھ کر پیار اور محبت کی دولت مل جاتی ہے تو آپ کو نفسیاتی بیماری کس چیز کی لگے گی۔ تو اس قسم کی نفسیاتی بیماریوں کے تصور کو پاؤں تلے پامال کرتے ہوئے (-) آگے بڑھیں اور ایک ایک کر کے یہ اخلاق (-) سیکھیں جن کی تفاصیل (کلام الٰہی) نے خوب کھول کر بیان کر دی ہیں (-) اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع

# افکارِ عالیہ

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع (ہماری دلی دعائیں آپ کے لئے) نے اپنے خطبہ فرمودہ 30۔ جون 1995ء میں دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں مزید فرمایا:۔

میرا وسیع تجربہ ہے کہ وہ لوگ جو سچے ہوں وہ تھوڑی بات بھی کہیں تو ان میں زیادہ طاقت ہوتی ہے' ان میں انقلاب برپا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو زیادہ بات بھی کریں ان کے اندر انقلاب برپا کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ وہ جتنی زیادہ بات کرتے ہیں اتنی جھاگ اڑاتے ہیں۔ سیلاب میں حق بھی ہے اور باطل بھی ہے دونوں کو گویا اکٹھا کر کے جس طرح پنجابی میں کہتے ہیں "مدہانی میں رڑک دیتے ہیں چیز کو" اللہ وہ نقشہ کھینچ رہا ہے کہ سیلاب میں تمہیں لگتا ہے کہ حق اور باطل رڑکے گئے ہیں آپس میں' ایک قیامت برپا ہو گئی ہے۔ لیکن نقصان حق کا نہیں ہوتا' حق ضرور غالب آتا ہے کیونکہ اس کے اندر صبر کا مادہ ہے۔ وہ مضبوطی سے صبر دو طرح سے دکھاتا ہے۔ ایک یہ کہ حق والا حق پر قائم رہتا ہے اور کسی قیمت پر حق کا دامن نہیں چھوڑتا۔ یہ جو صلاحیت ہے مقابلے کے وقت جھوٹ نہ بولنا اور جھوٹ کا سہارا نہ لینا یہ دلائل میں قوت اور عظمت پیدا کرنے والی بات ہے۔ وہ تمام لوگ جو کج بحث ہیں ان کی کج بحثی ہمیشہ جھوٹ سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک آدمی دلیل میں ہار رہا ہو اور اپنے نفس کی خجالت چھپانے کے لئے' اپنی شرمندگی دور کرنے کے لئے وہ کوئی بہانہ بنانے پر آمادہ ہو تاکہ وقتی طور پر اس کے مقابلے میں ہارا ہوا دکھائی نہ دوں وہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ مقابلہ حق اور باطل کا ہے' حق اور باطل کے مقابلہ میں جہاں بھی آپ نے حق کا ساتھ چھوڑا اور اپنے آپ کو حق پر دکھانے کے لئے جھوٹ بولا وہیں حق سے آپ کا دامن چھوٹ گیا۔ آپ کا تعلق جاتا رہا۔ پس ایسی صورت میں پھر (-) کج بحث لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ وہ دلیل نہ ملے تو پھر جھوٹی باتوں کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے منہ سے جو جھاگ اڑتی ہے اسی کا تو نقشہ کلام الٰہی نے کھینچا ہے کہ جھاگ کا کوئی فائدہ نہیں ہوا کرتا۔ جتنی مرضی تقریریں کر لو جو کج بحث ہے وہ کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتا۔ تھوڑی بات کرنے والا اگر بظاہر دب بھی گیا ہو اور مقابل بہت ہی لسان آدمی ہو مگر ہو جھوٹا تو خدا تعالیٰ نے انسان میں ایک بیان کی طاقت رکھی ہے (-) میں ایک یہ بھی معنی ہے کہ اس نے انسان کو پیدا فرمایا اور اس میں ایک کھرے کھوٹے کی تمیز کی صلاحیت رکھ دی۔ پس لوگ ہمیشہ سچے کو پہچان لیتے ہیں اور تھوڑی بات کرنے والا سچا زیادہ بات کرنے والے جھوٹے پر غالب آ جاتا ہے۔ اگر فوری طور پر اس کا نتیجہ نہ بھی ظاہر ہو تو کچھ دیر کے بعد ان کے دلوں میں یہ بات گھلتی رہتی ہے اور بالآخر وہ پہنچ جاتے ہیں۔ بارہا ایسا ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایسے مخلصین جو کم گو تھے مگر سچے تھے بحثوں میں بظاہر ہار گئے دوسرے دشمن نے شور ڈال کر ان پر غلبہ حاصل کر لیا لیکن بعد میں وہاں کے لوگ جو شامل تھے وہ پتے پوچھتے پوچھتے پیچھے آئے۔ کوئی قادیان جا پہنچا' کوئی دوسرا ان کے گھر ان کی بستی میں اگر وہاں رہتے تھے پہنچ گیا۔ کہا جی ہم بھی وہاں شامل تھے' ہمیں یہ پتہ ہے کہ آپ سچے تھے وہ جھوٹے تھے۔ دلائل ہمیں زیادہ نہیں پتہ' باتیں ہمیں نہیں سمجھ آ رہیں تفصیل سے' کوئی آپ کی سچائی ظاہر و باہر تھی۔ پس حق چھپائے سے چھپتا نہیں ہے۔ نہ جھوٹ چھپائے سے چھپ سکتا ہے۔ بالآخر ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دشمن ایک دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ باطل کے اوپر حق کی چادر پہنا دے اور حق کے نام پر جھوٹ کو پیش کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو پھر خدا کی تقدیر اسے ضرور ناکام بنا کے دکھاتی ہے۔

ایک تو اہل کتاب کی یہ صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے اے اہل کتاب تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جھوٹ ذریعہ حق کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہے' اس پر چادر ڈال رہا ہے اور تم جانتے ہو کہ حق ہو۔ اگر تمہیں علم ثابت کر گیا کہ تم جھوٹے اور خدا کے حضور لازماً جواب دہ ہو گے اس میں غلط فہمی کا کوئی سوال نہیں رہا۔ جس کو یہ پتہ نہ ہو کہ یہ حق ہے وہ اس پر خواہ مخواہ جھوٹ کی چادر ڈالے گا کیوں۔ جھوٹ کی چادر استعمال کر کے چھپانے کی کوشش بتا رہی ہے کہ دل سے ان کا نفس گواہ بن گیا کہ ہے سچا اگر اس کو جھوٹ سے چھپایا نہ گیا تو غالب آ جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں کیا فائدہ ہوا سوائے اس کے کہ تم پکڑے گئے۔ خدا کی تم پر حجت تمام ہو گئی لیکن جب یہ صورت ہو تو اللہ تعالیٰ پھر اپنی دوسری غالب تقدیر کو ظاہر فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (-) کہ جب وہ ایسی حرکتیں کرنے لگتے ہیں تو پھر ہم اپنا جلالی غلبہ (ایمان والون) کے حق میں ظاہر کرتے ہیں۔ حق کے طرف داروں کی تائید میں ایک جلالی شان ظاہر کرتے ہیں۔ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے تو پھر اس سے بھاگے بغیر بن نہیں پڑتی۔ پس یہ جو آسمان سے تائیدی نشان ظاہر ہوتے ہیں یہ صبر کے نتیجے میں ظاہر ہوتے ہیں اگر آپ حق پر قائم رہیں اور حق کو چھوڑ کر باطل کی پناہ نہ لیں۔

پس ہر داعی الی اللہ کو اپنے اندر سچائی کے معیار کو بلند کرنا ہو گا۔ اور یہ اگر سچائی کا معیار روزمرہ کی زندگی میں آپ کے اندر' آپ کے ماحول میں' آپ کے گھروں میں موجود نہیں تو دعوت الی اللہ کے موقع پر بھی کبھی آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ جب روزمرہ کی زندگی میں

باقی صفحہ 7 پر

ارشادات حضرت امام جماعت الثانی

# علمی مسائل

حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے فرمایا۔

بے شک بعض چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ ان کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہو سکتی۔ مگر وہ صرف ایسی ہی ہوتی ہیں جن کا عقائد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر ہم یہ ثابت کر دیں کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے تو ایک غیر ایماندار کے لئے ہمارا اتنا ثابت کر دینا کافی ہے۔ آگے یہ کہ کیا کیا نعماء ہیں جو اسے جنت میں دی جائیں گی اور وہ نعمتیں کس شکل اور صورت میں ہوں گی اس کے لئے ہمیں کسی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ہمارے ایمان میں شامل ہے۔ اس کا تعلق ان اعتقادات کے ساتھ نہیں جن کو دوسروں سے منوانے کے لئے دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ہمارے پاس آئے اور کہے کہ ثابت کرو کہ جنت میں انسان جو کچھ خواہش کرے گا وہ پوری ہو جائے گی۔ تو ہم اسے کہیں گے کہ تمہارا یہ مطالبہ فضول ہے۔ تمہارے ساتھ جو تعلق رکھنے والی چیز ہے وہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان زندہ ہو جاتا ہے۔ باقی یہ کہ زندہ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ کیا سلوک ہو گا یہ ان باتوں میں سے نہیں جن کو ثابت کرنا ہمارے لئے ضروری ہو۔ بعض لوگوں نے ایسی باتوں کو ذوقیات قرار دیا ہے۔ اور بعض نے انہیں ایمانیات کا حصہ قرار دیا ہے کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر خوش ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اگلے جہان میں ان کے لئے بڑی بڑی نعمتیں تیار کی ہوئی ہیں بہرحال ہمیں اس بات کی ضرورت نہیں ہوتی کہ ہم دلیل دے کر اپنے دشمن سے بھی ان باتوں کو منوانے کی کوشش کریں۔

## امداد طلباء مخیر احباب کی خدمت میں

### ضروری گزارش

○ شعبہ امداد طلباء اس وقت انتہائی اعانت کا محتاج ہے۔ تعلیم کے بڑھتے ہوئے اخراجات کی وجہ سے اس شعبہ کے وظائف بہت بڑھ گئے ہیں۔ اس کے لئے احباب جماعت سے گزارش ہے کہ تعلیم جو کہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے کے لئے زیادہ سے زیادہ عطیات و صدقات شعبہ امداد طلباء کے لئے بھجوائیں تاکہ ضرورت مند طلباء کی حسب ضرورت امداد کی جا سکے۔

امید ہے تمام مخیر احباب اس کار خیر میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں گے۔ یہ رقم بمد امداد طلباء خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں جمع کروا سکتے ہیں۔ براہ راست نگران امداد طلباء معرفت نظارت تعلیم کو بھی یہ رقوم بھجوائی جا سکتی ہیں۔

(نگران امداد طلباء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسعود احمد دہلوی سابق ایڈیٹر الفضل۔

ماہنامہ خالد سیدنا ناصر نمبر

# سراپا حسن واحسان- میرا مربی و محسن آقا

اب میں حضرت صاحب کی شفقت کے ایک نہایت ہی پیارے اور نرالے انداز کا ذکر کرتا ہوں۔ حضرت صاحب کو خدائی تصرفات کے تحت مسند امامت پر متمکن ہوئے ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تصرف خاص کے ماتحت مجھے اپنا ذاتی مکان تعمیر کرانے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں نے 8 یا 9 مارچ 1966ء تک مجوزہ مکان کے لئے بنیادیں کھدوانے اور تعمیر کا سامان فراہم کرنے کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے مکان کی تعمیر کے عزم کا ذکر کیا اور پھر اس کی تکمیل کے لئے اور اس کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کی درخواست کی۔ حضرت صاحب اس طلاع سے از حد مسرور ہوئے اور پھر مجوزہ مکان کی تفصیلات پوچھیں۔ پھر فرمایا رقم آپ کے پاس کتنی ہے۔ میں نے رقم بتائی۔ فرمایا اس رقم سے مکان تو بن جائے گا لیکن یہ رقم آئی کہاں سے؟ اگر قرض لی ہے تو اتاریں گے کیسے؟ میرے بتانے پر کہ والدہ صاحبہ (وفات شدہ) کی متروکہ جائیداد کے کلیم میں سے حصہ ملا ہے۔ حضرت صاحب نے بہت خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا۔ میں نے عرض کیا کہ میری درخواست ہے کہ آپ اپنے دست مبارک سے مکان کا سنگ بنیاد رکھیں۔ فرمایا بنیاد رکھوائی کس دن ہے؟ عرض کیا بنیادیں کھدوانے کے علاوہ تیاری مکمل کر لی ہے۔ آپ جس روز پسند فرمائیں ازراہ ذرہ نوازی بنیاد رکھ دیں۔ فرمایا اگر یہ بات ہے تو تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ کچھ دن انتظار کرو۔ میں دن مقرر کر کے خود بتاؤں گا۔ میں دعا کی درخواست کر کے واپس چلا آیا۔

کچھ دن کے بعد صبح نو بجے حضرت صاحب نے مجھے یاد فرمایا۔ حاضر خدمت ہونے پر فرمایا۔ اسی کمرہ میں ایک طرف بیٹھ کر میری موجودگی میں کام شروع کر دو۔ میں کام میں ہمہ تن مصروف ہو گیا۔ بارہ بجے دوپہر ارشاد ہوا۔ مسودات سمیٹ کر ایک طرف رکھ دو۔ میں اللہ نے چاہا تو آج عصر کے بعد تمہارے مکان کا سنگ بنیاد رکھنے آؤں گا۔ سوچ کر بتاؤ میں نے آج سنگ بنیاد رکھنے کا کیوں فیصلہ کیا ہے؟ پہلے تو وجہ سمجھ میں نہ آئی لیکن خدائی تصرف کے ماتحت بجلی کے کوندے کی طرح ذہن میں ایک خیال آیا۔ میں نے یکدم عرض کیا آج 14 مارچ ہے یعنی وہ مبارک دن کہ جب امامت ثانیہ کا قیام عمل میں آیا تھا۔ بہت ہی متبسم انداز میں فرمایا ٹھیک سمجھے ہو۔ اب تمہارے پاس صرف ایک گھنٹہ ہے۔ اس ایک گھنٹہ کے اندر اندر جو تیاری کرنی ہے کر لو اور جن لوگوں کو بلانا ہے انہیں اطلاع کر دو۔ ایک بجے واپس آ کر تم نے ظہر بیت مبارک میں ادا کرنی ہے اور عبادت سے فارغ ہونے کے بعد پھر دفتر میں میرے پاس واپس آ جانا ہے۔ جانتے ہو۔ میں نے اتنا تنگ وقت کیوں دیا ہے؟ میں نہیں چاہتا کہ تم مٹھائی کی تقسیم میں اسراف سے کام لو۔ تمہارے پاس رقم تھوڑی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ سنگ بنیاد کی تقریب پر زیادہ رقم خرچ کر کے زیر بار ہو جاؤ۔ میں چلنے لگا تو مزید فرمایا کہ منصورہ بیگم بھی میرے ساتھ آئیں گی۔ کیا انہیں وہاں کسی گھر میں ٹھہرانے کا انتظام ہو سکتا ہے؟ میں نے عرض کیا جس قطعہ زمین پر میں مکان تعمیر کر رہا ہوں اس کے عین سامنے محترم پروفیسر بشارت الرحمان صاحب کا مکان ہے۔ حضرت سیدہ ان کے ہاں ٹھہر سکتی ہیں۔ فرمایا درست ہے مگر بشارت الرحمان صاحب کو اس کی اطلاع کر دیں۔

میں حضرت صاحب کے دفتر سے باہر آ کر تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا وقف عارضی کے دفتر میں داخل ہوا اور حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کی خدمت میں درخواست کی کہ وہ سنگ بنیاد کی تقریب میں ضرور تشریف لائیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا میں نے آج بعد عصر بعض بزرگوں اور دوستوں کو چائے پر مدعو کیا ہوا ہے۔ اس کے باوجود میں دعا میں شریک ہونے کے لئے آؤں گا ضرور۔ وہاں سے میں سائیکل پر سیدھا گھر پہنچا۔ بچوں کو اطلاع دی اور ان سے کہا کہ وہ فوری طور پر بازار سے دس سیر لڈو خرید کر زیر تعمیر مکان پر پہنچ جائیں اور محلہ دار الرحمت غربی کے صدر محترم کیپٹن محمد سعید صاحب کو اطلاع کر دیں کہ حضرت صاحب ان کے محلہ میں مکان کا سنگ بنیاد رکھنے تشریف لا رہے ہیں وہ اور ان کی مجلس عاملہ کے اراکین تقریب میں ضرور شریک ہوں اس کے بعد میں نے وضو کیا۔ اور ظہر کے لئے بیت مبارک میں پہنچ گیا۔ حضرت صاحب کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے بعد میں دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں گیا اور وہاں بیٹھ کر لگا انتظار کرنے کہ کب آپ دفتر میں دوبارہ طلب فرماتے ہیں۔ میں بیٹھا انتظار کر ہی رہا تھا کہ ایک خادم ہاتھوں میں ٹرے تھامے میرے پاس آیا اور کہا حضرت صاحب نے اندر سے آپ کے لئے کھانا بھجوایا ہے۔ یہ لے لیں۔ میں نے حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کے کمرہ میں بیٹھ کر کھانا کھایا۔ حضرت مولانا بھی اس تبرک میں شریک ہوئے۔ کھانے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ حضرت صاحب کی طرف سے پیغام آیا اب آپ جا سکتے ہیں۔ مسودات کی چیکنگ کا بقیہ کام کل ہو گا۔ آپ جا کر سنگ بنیاد کی تقریب کی تیاری کریں۔ اس وقت تک دو بج کر تیس منٹ ہو چکے تھے۔

میں گھر واپس آیا۔ اس عرصہ میں بچے لڈو خرید کر واپس آ چکے تھے۔ جب بچوں نے محلہ دار الرحمت غربی کے صدر محترم کیپٹن محمد سعید صاحب کو جا کر سنگ بنیاد کی اطلاع دی تو وہ ظہر کے لئے بیت ناصر جا رہے تھے۔ کیپٹن صاحب نے بیت الذکر میں اعلان کر دیا کہ حضرت صاحب مسند امامت پر متمکن ہونے کے بعد پہلی مرتبہ ہمارے محلہ میں تشریف لا رہے ہیں۔ اس لئے احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں تقریب میں شریک ہوں۔

ٹاؤن کمیٹی کے سیکرٹری مکرم نور احمد صاحب عابد اسی محلہ میں رہتے تھے۔ انہوں نے جب سنا کہ حضرت صاحب تشریف لا رہے ہیں انہوں نے کمیٹی کے تمام جمعداروں کو صفائی پر مقرر کر دیا۔ اور اس تمام راستہ پر جس پر سے حضرت صاحب کی موٹر کار نے گزر کر آنا تھا چھڑکاؤ کرا دیا۔ وقت کی تنگی کے باوجود دیکھتے ہی دیکھتے سب انتظامات ہو گئے۔ اگر میرے پاس وقت ہوتا تو بھی میں اتنے وسیع پیمانہ پر انتظام نہ کر سکتا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے امام کی خاطر پلک جھپکنے میں یہ سب انتظامات کرا دیئے۔

عصر کے بعد لوگ آنا شروع ہوئے اور اس کثرت سے آئے کہ گلی بھر گئی۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے اس وقت اپنے گھر پر محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بار ایٹ لاء کے اعزاز میں چائے کی دعوت کا اہتمام کر رکھا تھا۔ خاندان حضرت بانی سلسلہ کے متعدد صاحبزادگان بھی مدعو تھے۔ حضرت مولانا کی زبانی جب ان صاحبزادگان کو علم ہوا کہ حضرت امام جماعت الثالث قریب کے محلہ میں اس خاکسار کے مکان کا سنگ بنیاد رکھ رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم بھی دعا میں شریک ہوں گے۔ چائے واپس آ کر پی لیں گے۔ چنانچہ یہ سب صاحبزادگان بھی حضرت مولانا کی معیت میں تشریف لے آئے۔ ان میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد امام جماعت الرابع بھی شامل تھے آپ نے آتے ہی نقشہ ملاحظہ فرمایا۔ مجوزہ کمروں کا تفصیلی جائزہ لیا اور از حد خوشی کا اظہار فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔

ٹھیک پانچ بجے حضرت امام جماعت الثالث مع حضرت سیدہ بیگم صاحبہ تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد نصب فرمایا اور دعا کرائی جس میں سینکڑوں کی تعداد میں موجود احباب شریک ہوئے۔

میں کتنی بھی کوشش کرتا اتنی کثیر تعداد میں احباب جماعت اور بزرگوں کو جمع کرنے میں کامیاب نہ ہو سکتا۔ حضرت صاحب کی توجہ اور شفقت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے سینکڑوں احباب، بزرگوں اور صاحبزادگان کو از خود کھینچ بلایا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے احباب کے دلوں میں اشتعال شوق پیدا کر کے انہیں کھینچے لئے آ رہے ہیں۔ ایک ادنیٰ خادم پر حضرت صاحب کی شفقت بے پایاں کا یہ کرشمہ تھا اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اس عاجز کو حضرت صاحب کی اقتداء میں سینکڑوں احباب، بزرگوں اور صاحبزادگان کی مقبول دعاؤں کا مورد بنایا اور پھر میری قلیل رقم میں اس قدر برکت ڈالی کہ

مکان تین ماہ سے بھی کم عرصہ میں مکمل ہو گیا اور مکان کی تکمیل کے بعد میرے پاس ڈیڑھ ہزار روپے کی رقم بچ رہی۔ اس کے بعد میرے گھر پر برکتوں کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ حضرت صاحب کے مسند امامت پر متمکن ہونے کے بعد ربوہ کے محلہ جات میں تعمیر ہونے والا غالباً یہ پہلا رہائشی مکان تھا جس کی بنیاد حضرت صاحب نے بنفس نفیس تشریف لا کر اپنے دست مبارک سے خود رکھی۔

## بیرونی ممالک کے سفروں کے دوران خدام پر شفقتوں کی بارش

خاکسار کو حضرت امام جماعت الثالث کے بیرونی ممالک کے دعوت الی اللہ کے دوروں میں ایک خادم کی حیثیت سے تین مرتبہ ہمرکابی کا خصوصی شرف حاصل ہوا۔ یہ تینوں غیر ملکی سفر یورپ، امریکہ اور افریقہ کے وسیع دوروں پر مشتمل تھے۔ ان دوروں میں میں نے بطور خاص محسوس کیا کہ اپنے ہمراہی خدام پر حضرت صاحب کا شفقتوں کا بحر بیکراں عجیب مد اور تموج کی حالت میں ہوتا۔ حضرت صاحب اپنے خدام کی ضرورتوں کا از حد خیال رکھتے اور نئے نئے رنگ میں ہر ایک کی عجب دل موہ لینے والے انداز میں دلداری فرماتے۔ ایک تو ہر خادم سے بار بار دریافت فرماتے رہتے کہ کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ تکلیف کا تو سوال ہی نہ تھا تاہم اگر حضرت صاحب انتظام میں خود کمی محسوس فرماتے تو اس کے تدارک کا فوراً اہتمام کراتے۔ ان سفروں کے دوران خدام پر شفقتوں کے بے شمار واقعات میں سے چند ایک کا یہاں ذکر کرتا ہوں۔

**کمال شفقت کا اظہار** 1975ء کے دورہ یورپ کے وقت حضرت صاحب طبی معائنہ اور علاج کی غرض سے لندن میں قیام فرما تھے۔ وہاں میرے سوٹ کیس کا تالا خراب ہو گیا اور وہ اس قابل نہ رہا کہ میں اسے سفر پر اپنے ساتھ لے جا سکوں۔ میں نے مجبوراً لندن میں نیا سوٹ کیس خریدنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت صاحب کو کسی طرح اس بات کا علم ہو گیا۔ حضرت صاحب نے فوراً ہی مجھے پیغام بھجوایا کہ سوٹ کیس نہ خریدیں۔ میں اپنا سوٹ کیس (جو اس وقت میرے استعمال میں ہے) دے دوں گا۔ کیونکہ میں ایک نیا سوٹ کیس خرید رہا ہوں۔ دو تین روز کے اندر اندر حضرت صاحب نے نیا سوٹ کیس خرید لیا اور اپنا پرانا سوٹ کیس جو بہت قیمتی اور اچھی حالت میں تھا مجھے مرحمت فرما دیا۔ حضرت صاحب کی اس شفقت کے نتیجہ میں میں زیر بار ہونے سے ہی نہیں بچا بلکہ ایک ایسا تبرک جس کی قیمت کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا۔ میرے حصہ میں آیا۔ وہ یادگار اور تاریخی سوٹ کیس آج بھی میرے استعمال میں ہے اور ہمارے خاندان کے لئے ایک انتہائی متبرک اور قابل فخر سرمایہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسا یادگاری تحفہ ہے جو مجھے اور میری نسلوں کو حضرت امام جماعت الثالث کی تاحیات جاری رہنے والی شفقتیں یاد دلاتا رہے گا اور وہ اس پر فخر کرتی رہیں گی۔

**دلداری کی انتہا** انہی دنوں کی بات ہے لندن مشن نے حضرت امام الثالث کو انگلستان کے مشہور ساحلی مقام برائٹن کی سیر کرانے کا پروگرام بنایا۔ حضرت صاحب جہاں کہیں بھی تشریف لے جاتے تھے روانگی سے قبل از خود

باقی صفحہ 6 پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# آپ کا خط ملا

مکرم شیخ مبارک احمد صاحب امریکہ سے تحریر کرتے ہیں۔

بخدمت محترم مولانا نسیم سیفی صاحب۔ مدیر روزنامہ الفضل

بہت باقاعدگی سے الفضل کا ہفتہ وار پیکٹ بذریعہ ہوائی ڈاک ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ کئی دنوں سے آپ کی خدمت میں چند گزارشات کرنے کی تحریک ہو رہی تھی۔ اور امید رکھتا ہوں کہ آپ کی ادارتی کاوش میں یہ گزارشات کوئی خلل پیدا کرنے کا باعث نہ ہوں گی۔

آپ کا تحریر کردہ اداریہ رواں دواں ہوتا ہے۔ حالات اور وقت کے تقاضا کے مطابق بھی۔ اس وقت پورے صفحہ یعنی چار کالم کا اداریہ ہوتا ہے۔ اگر پورے صفحہ کی بجائے یعنی چار کالم کی بجائے دو کالم نصف صفحہ کا ہو تو اداریہ کا مقصود بآسانی ادا ہو سکا ہے۔ بقیہ نصف صفحہ دو کالم میں شذرات دو تین ہو جائیں تو افادیت میں اضافہ ہو گا۔ بالعموم چوٹی کے اخبارات لندن ٹائمز۔ اور امریکہ کا واشنگٹن پوسٹ ان سب کے اداریے بالعموم پانچ انچ ساڑھے انچ یا کبھی زائد بھی اور چوڑائی میں بھی اسی سائز پر مشتمل ہوتے ہیں اور ہر روز تین چار اداریے ہوتے ہیں۔ ہر اداریہ الگ الگ معاملہ کے متعلق ہوتا ہے۔ اور بقیہ نصف اس صفحہ کا خطوط کے لئے ریزرو ہوتا ہے۔ بعض اخبارات شذارت اور خطوط دونوں مقاصد کے لئے بقیہ نصف صفحہ استعمال کرتے ہیں۔

صفحہ اول پر بالعموم روزانہ ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نیچے ایسے اقتباسات جو آئمہ کرام کی تقریروں اور خطبات سے آپ انتخاب کر کے شائع کرتے ہیں۔ یہ اقتباسات تربیت۔ اخلاقی قدروں اور انسانی حالات کو بہتر انداز میں تبدیل کرنے کا موجب اور خاص تاثیر کا باعث ہوتے ہیں اور بہت ہی قابل قدر۔ آپ کے انتخاب کی داد دینی پڑتی ہے۔ ضرورت کے مطابق۔ حالات حاضرہ کے پیش نظر موثر نصائح پر مشتمل ہوتے ہیں بہت مفید اور کار آمد۔ لیکن ان میں سے اکثر کا اختتام صفحہ سات پر جا کر ہوتا ہے۔ پڑھتے پڑھتے صفحہ سات پر تلاش کرنا پڑتا ہے۔ طبیعت کوفت محسوس کرتی ہے۔ خاکسار کی گزارش ہے کہ ایسا انتظام ہو کہ صفحہ اول پر یہ اقتباسات ختم کر دیئے جائیں۔ اقتباس کو ایسے انداز اور ایسے حصہ تک ہی محدود رکھا جائے جہاں تک مقصود اس نصیحت اور کار آمد بات کا مکمل ہو جاتا ہے۔ بہت توجہ اور غور سے ان اقتباسات کو پڑھنے کا موقعہ ملتا ہے۔ یہ اقتباس صفحہ اول پر بآسانی مکمل مفہوم کے ساتھ شائع ہو سکتے ہیں۔

روزانہ تو نہیں۔ لیکن اکثر ہر دوسرے تیسرے دن کے ایشو میں صفحہ تین یا چار پر نہایت باقاعدگی سے "افکار عالیہ اور علمی مسائل" کے عنوان کے ساتھ جو ایک کونہ میں دیا جاتا ہے۔ تفصیلی مضمون شائع کیا جاتا ہے۔ اگر مضمون کا ماحصل بذریعہ عنوان خاص پیش کر دیا جائے تو مضمون کو پڑھنے کی طرف خاص توجہ ہو سکتی ہے۔ اس خاص عنوان میں مضمون کی خاص تفصیل دو تین لفظوں میں ذکر کر دینے سے مضمون کی اہمیت کا بھی علم ہو جائے گا اور قاری کو پڑھنے کا خاص خیال بھی پیدا ہو گا۔

## جواب از نسیم سیفی ایڈیٹر الفضل

آپ کا مکتوب گرامی ملا۔ آپ کی تجاویز کا شکریہ۔ ہر قابل عمل تجویز پر عمل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آپ کے اس مکتوب کے سلسلے میں میں صرف یہ گزارش کرنی چاہوں گا کہ لندن ٹائمز اور واشنگٹن پوسٹ کے پاس بیس بیس لیڈر رائٹر ہیں۔ پچاس پچاس کالم نویس ہوتے ہیں اور پانچ پانچ سو سے بھی زیادہ بڑے شہروں میں ان کے نمائندے ہوتے ہیں۔ اگر کبھی یہ آسانیاں ہمیں بھی میسر آئیں تو بسرو چشم آپ کی تجاویز پر عمل کیا جائے گا۔

یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ اخبار بینی میں پہلی دفعہ اخبار کی سرخیاں پڑھی جاتی ہیں اور پھر اندازہ لگا لیا جاتا ہے کہ کون سی خبر پڑھی جائے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بہت سی سرخیاں پڑھنے کے بعد متن پڑھا ہی نہیں جاتا۔ ہمارا ذہن ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کر دیتا ہے کہ پتہ چل گیا ہے کہ بات کیا ہے۔ اس کے برخلاف ہم یہ چاہتے ہیں کہ چونکہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے عام گفتگوئیں بغیر کسی عنوان کے فرمائی تھیں اس لئے عنوان دے کر کوئی متن نہ چھوڑا جائے بلکہ سارے متن پڑھے جائیں۔ آپ نے صفحہ اول سے صفحہ 7 پر لیجانے کو کسی حد تک ناگوار سمجھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عام اخبارات کے صفحہ 18، 19 پر پہلے صفحے کے 50-50 بقیہ جات لگائے جاتے ہیں۔ یہ دستور رائج الوقت ہے اور اس کے بغیر گزارا بھی نہیں۔

بقیہ صفحہ 5

اس امر کا جائزہ لے لیتے تھے کہ قافلہ کے تمام ارکان ہمراہ ہیں یا نہیں۔ اگر کوئی موجود نہ ہوتا تو اسے بلواتے اور اس کے آنے اور مقررہ موٹر میں سوار ہونے کے بعد روانہ ہوتے۔ میرا قیام لندن مشن ہاؤس کی تیسری منزل پر تھا۔ مربی انگلستان محترم بشیر احمد صاحب رفیق کو اس روز مجھے بتانا یاد نہ رہا کہ آج عصر کے بعد برائٹن جانا ہے۔ میں اپنے کمرہ میں بیٹھا کام کرتا رہا اور حضرت صاحب مع اہل قافلہ لندن کے متعدد احباب جماعت کے ہمراہ موٹر کاروں کے ذریعہ برائٹن کے لئے روانہ ہو گئے۔ برائٹن لندن سے پینتیس چالیس میل دور ہے۔ پندرہ میل دور جانے کے بعد حضرت صاحب نے یک دم موٹر کاریں رکوا دیں اور فرمایا جب ہم لندن سے روانہ ہوئے تھے تو مجھے دہلوی صاحب نظر نہیں آئے تھے پتہ کریں کہ وہ ہمراہ ہیں یا نہیں۔ تمام کاریں دیکھ کر بتایا گیا کہ وہ نہیں ہیں۔ محترم بشیر احمد صاحب رفیق نے عرض کیا کہ میں انہیں اطلاع دینی بھول گیا تھا اس لئے وہ ساتھ نہیں آ سکے۔ حضرت صاحب نے حکم دیا کہ ایک موٹر کار ابھی واپس جائے اور دہلوی صاحب کو لے کر سیدھی برائٹن پہنچے۔ حضرت صاحب دوسری کاروں کے ہمراہ برائٹن کی جانب روانہ ہوئے اور مکرم مولوی عبدالکریم صاحب اپنی کار میں واپس لندن آئے اور مجھے ساتھ لے کر بہت تیز کار چلاتے ہوئے کچھ دیر بعد برائٹن پہنچے۔ حضرت صاحب کی اس شفقت پر میں ورطہ حیرت میں ڈوبے بغیر نہ رہا۔ خدام میں سے میرے یا کسی اور کے ہمراہ نہ جانے سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ یہ محض آپ کی اپنے خدام پر شفقت اور ان کی دلداری کا خیال تھا کہ حضرت صاحب نے برائٹن کی سیر میں میری غیر موجودگی کو گوارا نہ کیا۔ اور ایک موٹر کو لندن واپس بھجوا کر مجھے برائٹن بلوایا۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے اپنا یہ معمول بنا لیا کہ روانگی سے قبل تسلی فرما لیتے تھے کہ جملہ اہل قافلہ ہمراہ ہیں یا نہیں۔

لندن پہنچے ہوئے ہمیں ابھی چند روز ہی ہوئے تھے ایک روز حضرت امام جماعت الثالث نے ازراہ شفقت خاکسار سے پوچھا کوئی تکلیف ہو تو بتائیں۔ میں نے عرض کیا کوئی تکلیف نہیں۔ پھر پوچھا کھانا تو ٹھیک مل رہا ہے۔ میں کہہ بیٹھا کہ سالن کے ساتھ ڈبل روٹی کھانے کی ابھی تک عادت نہیں پڑی۔ کھانے کا سارا مزا کرکرا ہو جاتا ہے۔ نوالہ حلق سے ذرا مشکل سے اترتا ہے۔ میرا جواب سن کر حضرت صاحب مسکرائے اور بات آئی گئی ہو گئی۔ ظہر کے بعد میں اپنے کمرہ میں آکر بیٹھا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب مشن کی تیسری منزل میں جہاں میرا قیام تھا تشریف لا رہے ہیں اور ہاتھ میں چھوٹے سے کپڑے میں کوئی چیز اٹھائی ہوئی ہے اور کسی قدر بلند آواز میں فرما رہے ہیں کہ دہلوی صاحب کہاں ہیں۔ میں دوڑ کر خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی کپڑا میری طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا اس میں دو چپاتیاں ہیں جو خاص آپ کے لئے میں نے پکوائی ہیں۔ میں نے امریکہ سے ہاتھ سے چلنے والی ایک چھوٹی سی چکی منگوائی ہے اس پر بمشکل اتنا آٹا پستا ہے کہ جس سے چار چپاتیاں بن سکیں۔ دو چپاتیاں میں کھاتا ہوں دو چپاتیاں آپ کو روزانہ دونوں وقت مل جایا کریں گی۔ اپنے ایک ادنیٰ خادم پر حضرت امام جماعت الثالث کی اس غایت درجہ شفقت پر میں ششدر رہ گیا اور زبان گنگ ہو کر رہ گئی۔ میں نے بولنا چاہا لیکن ایک لفظ زبان سے نہ نکلا اور دیوانوں کی طرح ہکا بکا کھڑا فضا میں ادھر ادھر گھورتا رہا۔ حضرت صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد جب ہوش بجا ہوئے تو میں دل میں بہت شرمندہ ہوا کہ میں نے ڈبل روٹی کھانے میں دقت کا اظہار کیوں کیا۔ ہم جتنے دن لندن میں رہے مجھے دونوں وقت دو چپاتیاں باقاعدگی سے ملتی رہیں اور میں حضرت صاحب کی شفقت بے پایاں کے طفیل لندن میں بھی توے پر پکی ہوئی تازہ روٹی کھاتا رہا۔

## شفقتوں کی زندہ جاوید یادیں

شفقتوں کا کوئی شمار نہیں اور شفقتوں کے مورد بننے والے بھی بے حد و بے شمار۔ پھر ان شفقتوں کا تذکرہ کیوں دراز سے دراز تر نہ ہو۔ ان کا تذکرہ صرف آئندہ ہی نہیں قیامت تک ہوتا رہے گا اور آنے والی نسلیں قیامت تک سراپا حسن و احسان اس وجود باجود کی یاد پر محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کرتی رہیں گی۔ ہمارا وہ مربی و محسن اور انتہائی شفیق آقا اگرچہ ہم سے جدا ہو چکا ہے لیکن اس کی شفقتوں کی حسین یادیں آج بھی زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ پھر اس کے جدا ہو جانے کے باوجود نئی شفقتوں کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا ہے کیونکہ امامت کے آسمانی نظام کی برکت سے وہ آج بھی جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے۔ ہم بفضل اللہ تعالیٰ وہ خوش نصیب ہیں کہ ہم پیدا ہی شفقتوں کے مورد بننے کے لئے ہوئے ہیں ایک شفیق وجود جاتا ہے خدا تعالیٰ ہمیں ایک نیا شفیق وجود عطا کر دیتا ہے اور اس طرح شفقتوں کے تسلسل میں فرق نہیں آنے دیتا۔ یہی ہمارا امتیاز ہے اور یہی ہمارا نشان۔

---

## بیوت الحمد منصوبہ

خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کی جاری فرمودہ تحریک بیوت الحمد کے تحت مستحق خاندانوں کو رہائشی سہولت مہیا کرنے کی خدمت کا سلسلہ جاری ہے۔

اب تک سینکڑوں مستحق گھرانے اس بابرکت منصوبہ سے جزوی یا مکمل رہائشی سہولت حاصل کر چکے ہیں۔ اور ابھی بہت سے مستحق خاندان اس امداد کے انتظار میں ہیں۔ احباب کرام کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنے مستحق بھائیوں کو گھر مہیا کرنے کی خاطر اس تحریک میں اپنی مالی وسعت اور استطاعت کے مطابق مالی قربانی پیش کریں۔

امراء اضلاع صاحبان اور مربیان کرام کی خدمت میں اس تحریک میں شمولیت کے لئے احباب کرام سے موثر رابطے کی درخواست ہے۔ نیز مخیر احباب کے پتہ جات ارسال کرنے کی درخواست ہے تا براہ راست رابطہ بھی کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ سعی مشکور کی توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین۔

سیکرٹری بیت الحمد منصوبہ

الفضل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ صفحہ 5

ایک انسان یا اس کے بچے جھوٹ کے عادی ہو جائیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اور کچھ نہیں تو لطیفے بنانے کی خاطر زیب داستاں کے لئے ہی ایسا جھوٹ بولیں کہ جس کا یہ اثر پڑے کہ واقعہ اسی طرح ہوا تھا۔ ایک ہے کہانی یا لطیفہ وہ تو ہوتا ہی جھوٹ ہے لیکن اس کے متعلق کلام الٰہی میں کہیں مناہی نہیں ہے۔ کہانیاں بھی حد اعتدال کے طور پر انسانی فطرت ہے لیکن کہانی یہ کہہ کر نہیں بیان کی جاتی کہ سچا واقعہ مان جاؤ۔ کہانی‘ کہانی کے طور پر پیش کی جاتی ہے‘ لطیفہ لطیفے کے طور پر ہی پیش کیا جاتا ہے اور اس پر لوگ دلچسپی بھی لیتے ہیں اور اس میں اور ہنستے بھی ہیں لیکن سچا سمجھ کے نہیں۔ میں جو بات کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ لوگ جن کو عادت ہوتی ہے ایک جھوٹی بات بنا کر سچی دکھا کر اس پر بعض لوگوں کے متعلق ہنسی پیدا کرلیں یہ ایک بڑی بد عادت ہے جو ہماری سوسائٹی میں ملتی ہے۔ کسی شخص کے مذاق اڑانے کی خاطر‘ اس کی تخفیف کرنے کے لئے‘ تحقیر کرنے کے لئے‘ اس کے متعلق لطیفے بنائے جا رہے ہیں اور اس طرح اس کو سوسائٹی میں شہرت دیتے ہیں گویا سچے واقعات اسی قسم کے ہوئے تھے یہ دوہری تہری گندگی ہے۔ اس میں غیبت بھی آجاتی ہے‘ جھوٹ بھی آجاتا ہے اور ایسی لغو چیز ہے جس کے ساتھ تکبر بھی شامل ہے۔ اپنے بھائی کی تخفیف آپ کے اپنے تکبر کو ظاہر کرتی ہے اور ایسی سوسائٹی میں پھر سچ پنپ نہیں سکتا۔ پس بعض دفعہ بظاہر سچ کو بھی شکست ہوتی ہے لیکن اگر آپ غور کرکے دیکھیں تو سچ کو شکست نہیں جھوٹ ہی کو ہوئی ہے۔ وہ جھوٹ تھا جس نے آپ کو کھالیا‘ جس نے آپ کے رگ و ریشہ میں زہر پھیلا دیا اور جھوٹ آپ پر غالب آگیا کیوں کہ آپ جھوٹے تھے اور جھوٹ کی تائید کرنے والے تھے۔ پس اگر آپ باریک نظر سے اتر کے ایسی صورت حال کا تجزیہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حق جھوٹ پر غالب آیا کرتا ہے‘ جھوٹ حق پر نہیں آیا کرتا۔ جھوٹ غالب آتا ہے تو جھوٹے پر آتا ہے اور جھوٹے پر جھوٹ ہی کو غالب آنا چاہئے۔ پس اس پہلو سے اگر آپ اپنی سوسائٹی کی تطہیر نہیں کرتے تو جماعت کی حیثیت سے کامیاب داعی الی اللہ نہیں بن سکتے۔

جن لوگوں کی مثال میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے یعنی ذہنی طور پر میرے سامنے کئی ایسے موجود ہیں جو بہت ہی اعلیٰ سچائی کے معیار پر پورا اترتے تھے اور زیادہ باتیں کرنی نہیں آتی تھیں۔ بعض ایسے بھی تھے جن کو خدا تعالیٰ نے زبان کی طاقت بھی عطا کی تھی‘ فصل الخطاب بھی عطا کیا تھا اور سچے بھی تھے ان کی (دعوت الی اللہ) میں بہت زیادہ برکتیں تھیں۔ لیکن کم گو بھی جو سچا تھا وہ ایسے انسان کے مقابل پر جو چرب زبان تھا ہمیشہ (دعوت الی اللہ) میں زیادہ غالب آیا ہے‘ زیادہ کامیاب رہا ہے۔ میں نے کثرت سے وقف جدید کے معلمین میں اس کی مثال دیکھی ہے اور ایک جگہ بھی اس میں استثناء نہیں پایا۔ کئی چرب زبان معلم ہوا کرتے تھے وہ اپنا جس طرح بھی ہو جس کو کہتے ہیں نا الو سیدھا کرنا‘ موقع پر کسی وقت چالاکیاں کرکے‘ ہوشیاریوں سے اپنے آپ کو غالب کر ہی لیتے ہیں یا غالب کرکے دکھاتے ہیں اور کئی دفعہ آکے مجھے بھی قصہ سنایا کرتے تھے کہ اس نے یوں کیا ہم نے اس طرح اس پر داؤ مارا‘ اس نے یہ داؤ مارا اور ہماری فتح ہوئی مگر پوچھو کہ اس فتح کے نتیجے میں کتنے لوگ احمدی ہوئے تو احمدی کوئی نہیں۔ فتح ہوگئی مگر احمدی کوئی نہیں ہوا۔ اور اس کے مقابل پر سچے لوگ بے چارے تھوڑی بات کرنے والے کبھی شرمندگی بھی بظاہر اٹھا لیتے تھے لیکن احمدی بڑے ہوتے تھے۔

---

# میری سب سے بڑی غلطی

مولانا عبدالباسط شاہد

ترجمہ از ریڈرز ڈائجسٹ ستمبر 1991ء

ایک مشہور پادری صاحب اپنے بیتے ہوئے ایام پر نظر ڈالتے ہوئے بڑے افسوس اور حسرت سے بیان کرتے ہیں۔

میں نے ایک کامیاب زندگی بسر کی ہے۔ 31 سال سے شادی شدہ ہوں۔ بیوی وفادار اور اطاعت شعار ہے۔ میرے دو خوبصورت پیارے پیارے بچے بھی ہیں۔ ایک آرام دہ خوبصورت مکان میں رہتا ہوں اور ہر سال اپنی چھٹیاں گزارنے کے لئے کسی اچھی جگہ جانے اور رہنے کے لئے اخراجات بھی مہیا کر سکتا ہوں۔ بوجہ ایک چرچ لیڈر ہونے کے اپنے ماحول اور معاشرہ میں اتنی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہوں کہ لوگ اپنی گھریلو اور دوسری مشکلات اور الجھنوں کے وقت رہنمائی حاصل کرنے کے لئے میری طرف دیکھتے ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود جب میں اپنی گزشتہ زندگی پر نظر دوڑاتا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ کسی بھی ذریعہ سے میں اپنے گزرے ہوئے ایام کو واپس لاکر اپنی سب سے بڑی غلطی کی اصلاح کرنے کی کوشش کروں۔

اصل بات یہ ہے کہ آغاز جوانی یا عملی زندگی شروع کرتے ہی میں نے اپنی پوری توجہ اپنی گھریلو زندگی کی بجائے اپنے کام پر مرکوز رکھی اور میرا کام اور کیریر میری دوسری بیوی تھی جس نے میری ساری توجہ حاصل کرلی۔ زبور کی طرح ایک سطر مجھے میری زندگی کے وہ دن یاد دلاتی ہے جب میں ہر شام گھر سے باہر کی مصروفیات میں گزارتا تھا "میں دوسروں کے باغ کی رکھوالی کرتا رہا جبکہ میرا اپنا باغ اجڑ رہا تھا" اس سارے عرصہ میں میری بیوی مجھے مختلف طریقوں سے بار بار بتاتی رہی کہ میں غلطی کر رہوں اور بچوں کو ان کا حق نہیں دے رہا اور یہ بھی کہ میرا یہ طریق درست اور انصاف پر مبنی نہیں ہے۔ میری بیوی بچوں کی پرورش کی تمام ذمہ داری بچے کو ڈاکٹر کے ہاں لے جانے سے رات کو سوتے وقت کہانی سنانے تک بہت اچھی طرح ادا کر رہی تھی لیکن افسوس کہ میرا اس میں کوئی حصہ نہیں تھا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ جب بچے چھوٹے چھوٹے تھے تو میں ان کی پرورش میں بیوی کا ہاتھ بٹاتا اور اس طرح اس کے بوجھ اور ذمہ داریوں کو کم کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں کی معصوم حرکتوں اور شوخیوں سے بھی خوب لطف اندوز ہوتا۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ میں زیادہ وقت دفتر میں یا اپنے کام پر اس لئے نہیں صرف کرتا تھا کہ باہر رہنا مجھے زیادہ خوشگوار اور اچھا لگتا تھا بلکہ یہ مسلسل اور تھکا دینے والا کام میں اپنے خیال کے مطابق بیوی اور بچوں کی آسائش اور سہولت کی خاطر ہی سرانجام دیا تھا۔ بیوی کے توجہ دلانے پر میں اسے یہ کہہ دیا کرتا تھا کہ رات کو سوتے وقت بچوں کو کہانی سنانے سے ہی پیار کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ ان کے معیار زندگی کو بہتر بنانے کے لئے دن رات محنت کرنے سے بھی تو محبت اور تعلق خاطر کا اظہار ہوتا ہے۔

گزرے ہوئے دنوں پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ میں اپنی پوری توجہ کام کی طرف لگائے ہوئے تھا بلکہ یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ عملی طور پر میں اپنے کام کو ہی اپنا سب کچھ سمجھ رہا تھا اور میں کام کو ہی اپنی پہچان کا ذریعہ سمجھتا تھا نہ کہ ایک وفاشعار بیوی کا اچھا خاوند یا ذمہ دار باپ ہونے کو کہ انہی دنوں میری نظر سے ایک مضمون گزرا "خدا کا شکر ہے کہ آج سوموار ہے" یہ بہت سے لوگوں کے سوچنے کا انداز ہے کہ وہ کام کی گہما گہمی اور تنوع کو گھر کی پرسکون زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسی طرح بہت سارے لوگ پیسہ کمانے کو کسی بھی اور کام حتی کہ باطنی اصلاح اور روحانی ترقی سے بھی زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ میں بھی کامیابی کا یہی غلط مفہوم سمجھتا تھا۔ جوانی کے زمانہ میں میں نے اپنے بیوی بچوں کو ہی نہیں خود اپنے آپ کو بھی دھوکا دیا۔ اگر میرے کسی ساتھی کو بہتر مواقع حاصل ہوتے تو میں یہ سمجھ کر خوش نہیں ہوتا تھا کہ ہم ایک مشترکہ مقصد کے لئے کام کر رہے ہیں بلکہ مجھے ایک طرح سے تکلیف ہی ہوتی تھی اور میں ان کی کامیابی کو اپنی ناکامی سمجھتا تھا۔

ایک دفعہ میں نے انشورنس ایجنسیوں کے بعض ایجنٹوں کی میٹنگ میں یہ سوال اٹھایا تھا کہ کیا آپ کو اندازہ ہے کہ آپ کو اپنے اس اجلاس کی کیا قیمت ادا کرنی پڑی ہے۔ میرا مطلب ہوائی سفر۔ ہوٹل کے اخراجات وغیرہ سے نہیں ہے بلکہ آپ نے اپنی ذاتی زندگی کے کتنے ہی خوشگوار لمحات کے بدلے یہ چیز حاصل کی ہے۔

ایک دفعہ میں نے ایک لوک گیت سنا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ "جن لوگوں کو میں چاہتا ہوں ان میں سے سب سے کم جس شخص کے متعلق میری واقفیت ہے وہ میرے والد ہیں' یہ سن کر پہلا خیال جو مجھے آیا وہ یہی تھا کہ میں بھی یہ بات اپنے متعلق کہہ سکتا ہوں اور دوسرا خیال جو مجھے آیا وہ یہ تھا کہ میرے بچے بھی میرے متعلق یہی بات کہتے ہوں گے۔

ہمارے معاشرے میں عام طور یہی تقسیم کار ہے کہ مرد پورا وقت کام کرنے میں لگا رہے (آج کل تو بیرون ملک جانے کی وجہ سے مصروفیت کا مفہوم اور گہرا ہو گیا ہے) جبکہ عورتوں کے متعلق بجا طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ گھر کی دیکھ بھال

باقی صفحہ 8 پر

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَالنَّاصِر
کراچی میں اعلیٰ زیورات
خریدنے کے لئے آپ کا
شوروم
الرّحیم نیو
جیولرز
خورشید مارکیٹ حیدری۔ کراچی
فون 3442 - 664 - 0231-664
فیکس 6643299 (21 - 92)

# خبریں

**ربوہ: 7 جولائی-1997ء**
درجہ حرارت کم از کم 32 درجے سنٹی گریڈ
زیادہ سے زیادہ 42 درجے سنٹی گریڈ

○ وزیر اعظم محمد نواز شریف نے کہا ہے کہ ملک میں حالیہ قتل وغارت فرقہ واریت نہیں بلکہ منظم دہشت گردی ہے۔ انہوں نے وزیر داخلہ اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف کو ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ اس وقت جاری پکڑ دھکڑ کی بجائے ملوث افراد عناصر کا سراغ لگا کر انہیں قانون کے شکنجہ میں کسنے کے لئے فول پروف اقدامات اٹھائیں۔ یہ ہدایات وزیر اعظم نے ایک اعلیٰ سطحی اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے کہیں۔

○ کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے مینجنگ ڈائریکٹر ملک شاہد حامد کو ہفتہ کی صبح ان کے محافظ اور ڈرائیور سمیت نامعلوم دہشت گردوں نے فائرنگ کرکے ہلاک کر دیا ہے 46 سالہ ملک شاہد حامد کراچی میں ڈپٹی کمشنر اور ہوم سیکرٹری بھی رہ چکے ہیں۔ 1995ء میں سندھ کے سیکرٹری داخلہ تھے۔

○ دہشت گردوں نے کراچی میں ایک دوسری واردات میں ایک شادی کے موقع پر فائرنگ کرکے دولہا کے بھائی اور بھتیجے کو قتل کر دیا ہے اور دولہا سمیت تین بہن بھائیوں کو شدید زخمی کر دیا ہے۔

○ راولپنڈی کے ڈپٹی کمشنر حاجی سلیمان احمد راولپنڈی سے لاہور آتے ہوئے کار کے ایک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔ ان کا گن مین بھی ہلاک ہو گیا۔ عینی شاہدوں کے مطابق ڈی سی کی گاڑی۔ اسلحہ لے جانے والی ایک لینڈ کروز کا تعاقب کر رہی تھی جس کے سائیڈ مارنے سے وہ بے قابو ہو کر ٹرک سے جا ٹکرائی۔ ان کا ڈرائیور شدید زخمی ہے۔

○ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے کہا ہے کہ دہشت گردوں کا پتہ چل گیا ہے۔ جلد پکڑ لیں گے۔ فرقہ وارانہ کارروائیوں اور بدامنی پھیلانے والوں کو انجام تک پہنچا کر دم لیں گے۔ امن وامان کے لئے کمیٹیاں سیاسی اور فرقہ وارانہ وابستگیوں سے بالاتر ہو کر بنائی جائیں گی۔ کرپشن کے خاتمہ میں بھی ان کا اہم کردار ہوگا۔

○ کراچی میں دہشت گردی کے خلاف گرینڈ آپریشن شروع کر دیا گیا ہے۔ ایک ہی رات 200۔ افراد کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ایم کیو ایم‘ پیپلز پارٹی اور دیگر جماعتوں کے کارکن بھی گرفتار شدگان میں شامل ہیں۔ مزید گرفتاریاں ہوں گی۔ آپریشن وفاقی حکومت کی ہدایت پر کیا گیا ہے۔ وزیر اعلیٰ سندھ نے ابتدائی رپورٹ وزیر داخلہ کو بھیج دی ہے۔

○ وزیر اعظم کے ترجمان نے کہا ہے کہ جرائم پیشہ افراد صدر مملکت سردار فاروق احمد لغاری اور وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف میں اختلافات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

○ ملتان کے قریب وہاڑی روڈ پر دو ویگنوں میں خوفناک تصادم کے نتیجہ میں 10۔ افراد ہلاک اور 29 شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ مرنے والوں میں ویگن ڈرائیور اور ماں بیٹا بھی شامل ہیں۔ زخمیوں کو ویگنوں کی باڈیاں کاٹ کر نکالا گیا۔ حادثہ تیز رفتاری کے باعث پیش آیا تھا۔

○ فیصل آباد میں سپاہ صحابہ کے مرکزی رہنما اقبال صدیقی کو دہشت گردوں نے فائرنگ کرکے ہلاک کر دیا ہے۔

○ ملک بھر کے مختلف مقامات سے آئے ہوئے متعدد افراد نے وزیر اعظم نواز شریف کی رہائش گاہ واقع ماڈل ٹاؤن لاہور کے باہر احتجاجی مظاہرے کئے اور اپنی شکایات پیش کیں۔ کہ ایم پی اے خواجہ ریاض محمود اور وزیر اعلیٰ کے پرائیویٹ سیکرٹری نے شکایات سنیں۔ سندھی وفد نے شکایت کی۔ آصف علی زرداری نے 100۔ ایکڑ اراضی پر قبضہ کر لیا ہے۔ واپس دلائی

بقیہ صفحہ 7

اور بچوں کی پرورش کی زیادہ ذمہ دار ہیں (صنعتی ترقی اور معاشی مشکلات کے موجود دور میں یہ روایتی تقسیم کار بدلتی جا رہی ہے) اس لحاظ سے عورتیں فائدہ میں ہی رہتی ہیں کیونکہ زیادہ پر تکلف اور پر سکون زندگی تو ذمہ داریوں اور حقوق میں شراکت اور چاہنے اور چاہے جانے کا نام ہے۔

50 سال کی عمر کو پہنچ کر اب مجھ کو سمجھ آ رہی ہے کہ میری بیوی ٹھیک کہتی تھی میرے اندازے بالکل غلط تھے لیکن یہ تبدیلی کسی فوری وجہ سے یا میرے بیٹے کی 14 سال کی عمر میں اچانک افسوسناک وفات کی وجہ سے نہیں آئی بلکہ یہ تبدیلی ایک لمبے عرصہ کے تجربے سے حاصل ہونے والے شعور سے آئی ہے۔ اب میں اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو خوب سمجھنے لگا ہوں اور یہ بھی سمجھ رہا ہوں کہ مجھ سے آگے نکل جانے والے اپنی بہتر صلاحیتوں کی وجہ سے آگے نکلے تھے۔ مجھے تعجب ہو رہا ہے کہ یہ آگہی حاصل کرنے کے بعد میں اپنے آپ کو آزاد اور ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں۔ بعض غم زدہ اور اداس رہنے والے احباب کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ جب انہوں نے یہ شعور حاصل کیا اور اپنے بچوں سے کہا کہ ہمیں افسوس ہے ہماری ترجیحات غلط تھیں اب ہم آپ کے لئے وقت نکالا کریں گے تو بچوں نے جواباً کہا کہ بہت اچھی بات ہے مگر اب تو ہمارا اپنا اور پروگرام ہے!!!

احمدی احباب کیلئے خصوصی رعایت
سرفراز جیولرز
دکان نمبر 4
عمر مارکیٹ ذیلدار روڈ
اچھرہ لاہور

خالص سونے کے زیورات کا مرکز
شریف گولڈ سمتھ
اقصیٰ روڈ ربوہ
فون: دکان 212515 رہائش 212300

اپنی رقم کا صحیح نعم البدل پلاٹ یا مکان کی صورت میں پائیے
رابطہ کیلئے
کہکشاں پراپرٹی سنٹر
نزد جلسہ گاہ جدید ربوہ
فون: 211842

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شیئرز و غیر ملکی کرنسی کی خرید و فروخت کا با اعتماد
ڈالر ایکسچینج
آفس: 6-A-6 گیری نمبر 4 ریکس سٹور ستیانہ روڈ
فون نمبر: 730288
رہائش: 726524
موبائل: 0300-661524
پروپرائٹر ملک ضیاء

کاریں برائے فروخت
1- سی نسان ڈیزل ماڈل 85ء اچھی حالت میں
2- سوزوکی مہران بمع اے سی ماڈل 92ء اچھی حالت میں
3- سوزوکی مارگلہ بمع اے سی ماڈل 93ء اصل رنگ بہترین حالت - رابطہ کیلئے
فیض اللہ خان بلوچ ٹریول
ریلوے پھاٹک ربوہ فون 211264-211963-211453

ہر قسم کی غیر ملکی کرنسی سے متعلق لین دین کا با اعتماد ادارہ
SPECIALISED IN FEBC DRAFT AND T.T ETC.
T. M. EXCHANGE
329-G PANORAMA CENTRE, THE MALL LAHORE (PAK)
TEL (92-42) 6368656, 6368389, 6369064, 6303235

دانتوں کا معائنہ مفت
ڈینٹسٹ رانا مدثر احمد
4-30 تا 30-9 شام
احمد ڈینٹل کلینک
طارق مارکیٹ
اقصیٰ چوک ربوہ

9 فٹ سائز سپیشل ڈش پر احمدیہ ٹیلیویژن کا رزلٹ شاندار
• اعلیٰ کوالٹی بھاری میٹریل ڈش • آزمودہ مشہور زمانہ ونرسیٹ ریسیور نیا ماڈل • گارڈ ٹر LNB امریکہ اور جاپانی واٹر
• تمام اشیاء جینوئن اور NO-1 گارنٹی کے ساتھ
• پاکستان میں ہر جگہ فٹنگ کی سہولت
ڈش ماسٹر
اقصیٰ روڈ ربوہ
بشارت احمد خان
فون نمبرز 211274 213123

ربوہ کے گرد و نواح اور ربوہ کے ہر محلہ میں
پلاٹ۔ مکان۔ زرعی و سکنی زمین کی خرید و فروخت کیلئے ہمیں خدمت کا موقع دیں
نائب رسالدار (ریٹائرڈ)
ارشد خان بھٹی
پراپرٹی ایجنسی
بلال مارکیٹ (ریلوے لائن کے سامنے) ربوہ
فون آفس 212764 گھر: 211379

لیڈیز برقعوں کی اعلیٰ ورائٹیز
ہمارے ہاں نت نئے ڈیزائنوں میں ریڈی میڈ برقعوں اور بے شمار رنگوں میں سوٹس کیلئے جارجٹ ڈبل و ٹرپل جارجٹ • کرشمہ و جالی دار جارجٹ سٹون واش اور مردانہ کوٹ و پتلون کا کپڑا انتہائی ارزاں نرخوں پر دستیاب ہے۔ نیز ارجنٹ سلائی بھی کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں
• ریڈی میڈ ٹو پیس سوٹس (ڈبل بریسٹ) و بند گلے کی واسکٹ اور سفاری سوٹس بھی دستیاب ہیں۔
المشتہر: ایم اشرف ٹیلرز
قریشی مارکیٹ گولبازار ربوہ
فون: 211365